ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

الحمد للہ کہ اس زمان سعادت اقتران مین مضمون ہدایت مشحون

ہدم الاساس

باثبات

حدیث القرطاس

باہتمام حبیب نجیب و لبیب ادیب زکی مجد داروغہ سید محمد صاحب زاد شرفہم

تصویر عالم پریس لکھنؤ مین چھپکر شایع ہوا

قیمت پختہ ... ... ۶ آنے (۶)

جملہ علوم و فنون کی کتابین اس مطبع سے بکفایت مل سکتی ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کما ھو اھلہ والصلوۃ علی رسولہ المخصوص والصلوۃ فی الصلوۃ ھو واھلہ

دست ڈالا کرو کب مہر مبین چھپتا ہے — خاک اڑانے سے کہین چرخ برین چھپتا ہے

تیرہ سو برس سے جو غل مچ رہا ہی اُس غل مین ایک چیخ مرزا حیرت صاحب نے اس زور سے ماری کہ گو آپ دہلی مین تشریف رکھتے تھے مگر تمام عالم مین آپکی صدا گونج گئی اور وہ غل مچانے والے جن مین مرزا حیرت صاحب کے بزرگ علما بھی شامل ہین کچھ تو مزارون مین دہل گئے اور کچھ منھ کھولے ہوے رہ گئے کہین کیا کہین وہ اور یہی اور تحقیق کے دریا مین تیرا کیے آپنے ایک غوطہ لگاکر گہری تحقیق فرمائی اور اسی مسئلہ مین نہین بلکہ بہت سے مسائل مین آپنے تعجب خیز اور حیرت انگیز شناوری سے کام لیا ہی اور وہ موتی آپکے ہاتھ آئے ہین جو صحاح ستہ کے جوہریون کو بھی ہاتھ نہ آئے تھے مگر افسوس اتنا ہی کہ انکی جھلک صرف اتنی دیر باقی رہتی ہی جتنی دیر کرمک شب تاب کی چمک رہتی ہی اور اسکے بعد تو وہ اس قابل بھی نہین رہتے کہ کوئی انسے خزف ریزون کا کام لے سکے۔

ہرچند ان غل مچانیوالون مین آپنے شیعہ اور عیسائی دو فرقونکا نام لیا ہی لیکن مین جہانتک خیال کرتا ہون بیچارے شیعہ اور عیسائی اس بارے مین بالکل بیخطا ہین عیسائی فرقہ کا بیخطا ہونا ظاہر ہی کیونکہ نہ تو وہ رسالتمآب کے پاس بیٹھنے والون مین تھے نہ اُنکے یہان کے راویون نے روایتونکو ان تک پہونچایا جو کچھ آپکو کہنا ہی وہ اپنے علماے سلف کو کہیے جنھون نے صدہا اعتراض کے مواقع نصاری کو دکھلا دیے اور اپنی غرض کے اثبات کے لیے وہ وہ باتین جناب رسالتمآب سے منسوب کین جو دیکھے ہوے حملے عہدہ رسالت پر کرتے ہین اُن باتونکا بہت بڑا حصہ محبت ازواج مین ناظرین کو سمجھ آسکتا ہی جو صرف خود غرضی کے لیے گڑھی گئی تھین۔ ایسی باتین تو قیامت تک کے پہلوون اور جواب کا حفظ کرتی ہین مگر اختراعی اور ایجادی باتون مین یہ بات کہان۔ یونہین وہ اصحاب جو رسالتمآب کے

خاص اصحاب کہلاتے ہین انھون نے آپ ایسی حرکتین کین جس سے غیر قومون نے حقارت کی نظر سے دیکھا اگرچہ آپکے نزدیک وہ معزز ہی رہے خیر ہمین اُن باتونکا دکھلانا یہان ضروری نہین معلوم ہوتا ہماری غرض تو اتنی ہی تھی کہ وہ اعتراض جو نصاری کرتے ہین وہ واقعی ہون یا غیر واقعی آپ ہی کے سکھائے ہوے ہین اسلام ہرگز اُنکا ذمہ دار نہین۔ رہ گئے شیعہ اُنکی انصاف پسندی تو کوئی مرزا صاحب کے دل سے پوچھے اُنھون نے ہرگز اپنے یہان کی کتابون سے کوئی بات نہین کہی جب اُنھون نے مسلم کو تسلیم کرتے ہوے دیکھا بخاری کو اس حدیث کا منادی پایا الی غیر ذلک من علمائہم واساطینہم تو انصاف فرمائیے کہ اگر شیعون نے یہ کہدیا کہ فلان فلان نے یون روایت کی تو کیا غضب ڈھایا یہ عجیب زبردستی ہے کسی کے قول کی حکایت کرنے کی بھی اجازت نہین مرزا حیرت خوب جانتے ہین کہ ہماری ہی بنائی ہوئی شہود تلوار ہمارے سر پر کھینچی گئی ہی شیعہ اپنی طرف سے نہین کہتے نہین تو پہلے ہی فریاد مچائی جاتی کہ کہان لکھا ہی کسنے لکھا ہی جھوٹ کبھی ایسا نہین مگر افسوس انکار کرنیکا موقع تو ہی نہین بلکہ آپ مقر ہین کہ بخاری نے پانچ چھ جگہ اس حدیث کو لکھا ہی ایک عدد آپنے گھٹا دیا اور پانچ چھ مین تردید کرکے ایک عدد نہین اور ڈالدیا خدا کرے پانچ ہی رہجائین مگر دعا قبول ہوتے نہین معلوم ہوتی حضرت اُسنے تو بالکل جھروتی کی اور کھلے کھلے سات مقام پر درج کیا ہی اب لامحالہ اسکے ذکر کرنیوالونکو بُرا بھلا کہکے دل ٹھنڈا کرنیکی صورت نکالنی چاہیے اور بنائے بنے تو کچھ بات بھی بنانی چاہیے درحقیقت ہم آپکی تحقیق کی داد دیتے ہین اور تمام آپکے فرقہ کو متوجہ کرکے آپکی سفارش کرتے ہین واقعی آپنے اس بات کے بنانے مین بڑا خون جگر کھایا ہی نہایت قابل قدر بات کی ہی اب یہ دوسری بات ہی کہ بنائے بنے یا نہ بنے انسان اپنی سعی کا مکلف ہی کامیابی خوبی تقدیر پر منحصر ہی افسوس ہی کہ تیرہ سو برس کے اندر اندر جو لوگ دنیا سے اُٹھ گئے وہ اس شبہہ کو دل مین لیکر بلا نیل مرام گئے اگر وہ بھی اس سے فیضیاب ہوتے تو کیا کہنا تھا مگر خیر گذشتہ را صلوات آپکو اپنے مقام پر بڑا تعجب ہوتا ہوگا کہ آخر بخاری وغیرہ کے دل مین حضرت عمر کی طرف سے کیا بخار تھا جو کہ ہر مقام پر اسکی تصریح کردی اور آج ہمین اُسکا خمیازہ بھگتنا پڑا اسکا جواب مین آپکو سمجھا دون تو غالبًا آپ دل ہی دل مین محظوظ ہونگے بخاری وغیرہ نے کسی بدنیتی سے اس حدیث کو درج نہین کیا بلکہ اُنکی نیک نیتی آپکے نزدیک غور کرنے سے ثابت ہو جائیگی آپنے اگر اپنے یہان کے کتب کا مطالعہ فرمایا ہوگا تو آپکو معلوم ہوا ہوگا کہ آپکے یہان کے علماے کرام نے حضرت

عمر کے رتبہ کے موافق اُنکے اجلال و وقار بڑھانے مین کوتاہی نہین فرمائی بلکہ اس لحاظ سے کہ نبی سے کوئی بدظن نہین ہوسکتا اور اُنسے بدگمان ہوجانیکا امکان تھا جابجا نبی کی طرف ناگفتہ بہ باتین منسوب کردی ہین۔ مگر ان پر آنچ نہین آنے دی جیسے سماعت غنا اور ملاحظۂ رقص وغیرہ جو بخاری وجامع ترمذی ومشکوۃ وغیرہ مین مندرج ہین بلکہ یہانتک کہا گیا ہی[1] کہ اگر حضرت عمر اور لوگون مین اختلاف ہوتا تھا تو وحی حضرت عمر کا ساتھ دیتی تھی اور خدائی التفات کی طرح رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کا التفات بھی اُنکی جانب مبذول تھا جیسا کہ ابو سعید خدری سے جامع ترمذی مین روایت کی ہی قال قال رسول اللہ ما من نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء ووزیران من اھل الارض فاما وزیرای من اھل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر ھذا حدیث حسن غریب اسمین رسالتمآب نے دو وزیر طبقۂ اعلی کے یعنی ساکن فلک جبرئیل ومیکائیل قرار دیے ہین اور دو وزیر طبقۂ اسفل کے یعنی ساکنان زمین حضرت ابوبکر وعمر قرار دیے ہین اسی طرح اور صدہا فضائل ومناقب ہین جو محدثین ثقات نے اپنے مولفات مین درج فرمائے ہین اسی کے اثبات کے لیے بخاری نے اس حدیث کو درج کیا ہی اور واقعی جسقدر رسالتمآب سے حضرت عمر کی بے تکلفی اس حدیث سے ثابت ہوتی ہی دوسری حدیث سے مشکل سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ سکتا ہی بذبان کی نسبت دینا تعمیل حکم نہ کرنا رسالتمآب کو سمجھا دینا کہ اب لکھنے پڑھنے کی کچھ ضرورت نہین کتاب خدا کافی ہی یہ تمام باتین اس بات کے لیے اعلی ثبوت ہین کہ حضرت عمر سے رسالتمآب کمال درجہ محبت رکھتے تھے اور وہ اُنسے حد درجہ کے بے تکلف تھے اور نیک مشورہ بادشاہون کو دینا بھی وزیرونکا کام ہوتا ہی خصوصًا ایسے وقت مین جبکہ ناطق بالوحی پر غلبۂ مرض ہو اور راے دینے والا صحیح ہو تو اُسوقت مین وزارت کے عہدہ کا انجام دینا حضرت عمر کا راے دینا اُنکا منصبی فرض تھا آخر رسول اللہ نے کس دن کے لیے وزیر بنا رکھا تھا حضرت عمر نے اُسوقت مشہور کلیہ راى العليل عليل پر عمل کیا اور بے تکلفی سے اپنی کہہ گذرے ابن عباس چونکہ ناتجربہ کار تھے اُنکی عقل مین اتنا کمال کہان تھا کہ

[1] محمد بن بشار نا ابو عامر ھو العقدی نا خارجۃ بن عبداللہ ھو الانصاری عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ قال وقال ابن عمر ما نزل بالناس امر قط فقالوا فیہ وقال فیہ عمر الا نزل فیہ القرآن علی نحو ما قال عمر (جامع ترمذی صفحہ ۵۲۸) ۱۲ منہ عفی عنہ

ان رموز کو سمجھتے وہ اپنی ناتجربہ کاری کی جہت سے یوم الخمیس ما یوم الخمیس کا نعرہ مارا کرتے تھے پوچھیے رسالتمآب تو حضرت عمر کے ناز اُٹھاتے تھے اور وہ اُنکے وزیر تھے آپکو بیچ مین دخل دینے اور آٹھ آٹھ آنسو رونے سے کیا مطلب تھا خیر ابن عباس کی نافہمی یا بافہمی سے تو ہم آئندہ بحث کرینگے یہان تو صرف اسیقدر دکھلانا منظور تھا کہ وہ مقدس اور پاک نفس علما جنھون نے اس حدیث کو درج کیا ہی اُنکی غرض صرف اثبات جلالت و وقار حضرت عمر ہی نہین تو وہ ہرگز اسکو درج نہ کرتے اب رہگیا یہ امر کہ پھر یہ بالعکس معاملہ کیا ہوا کہ بجاے مدح کھلی کھلی مذمت نظر آنے لگی یہ معاملہ عجب طرح کا ہی گویم مشکل وگر نہ گویم مشکل مگر کہنے الناہی اچھا ہی دراصل یہ بات تھی کہ رسالتمآب آخر نبی تھے کبھی لغو اور مہمل بات تو کرتے نہ تھے اُنھون نے واقعی کسی ضروری بات لکھنے کے لیے قلم دوات منگوائی تھی حضرت عمر نے بلحاظ خصوصیت واتحاد رسالتمآب کو اپنا سا فرض کیا ممانعت پر جو ہٹ کر بیٹھے تو کسی طرح لکھوانے نہ دیا یہ بات جناب الہی کو پسند نہ آئی اور جسکا حکم رسالتمآب لکھواتے اُسکا ظاہر کرنا بھی ضرور تھا کیونکہ بندون کا اعلام ضروری ہی پھر چاہے کوئی عمل کرے یا نہ کرے اسلیے نتیجہ اُنکے حق مین بُرا نکلا اُنھون نے تو بے تکلفی سے کہا تھا یا اس خیال سے کہا تھا کہ تعب زیادہ ہوگا اگرچہ منع کرنے مین جو شور وغل مچایا گیا وہ بھی بعض طبائع خیال کرتے ہین کہ تکلیف دہ تھا لیکن اسمین اُتنا تعب کہان ہوسکتا ہی جو لکھوانے مین ہوتا بہرطور کہا اس نیت سے اور لوگون نے اسے اساءت ادب اور عصیان حکم رسول پر حمل کیا اور اُنکے باب مین بدظنی خاص خاص طبیعتون مین پھیل گئی انھین امور کے لحاظ سے لوگ کچھ ایسا خیال کرتے ہین کہ ہو نہو انھین کے برخلاف رسالتمآب کچھ لکھوانا چاہتے تھے اُنھون نے منع کیا وہ اثر تحریر کے ذریعہ سے نہ ظاہر ہوا اُسی کلمہ کے سبب سے ظاہر ہوگیا جو اُنکی زبان فیض ترجمان سے نکلا اب خدا جانے یہ خیال کہانتک صحیح ہی یا دراصل واقعی ہی ہم اسکی جانچ ناظرین پر چھوڑتے ہین۔

نصاری اور شیعہ کے اقوال کو مرزا صاحب ایک سخت اعتراض واقعی حیثیت سے تسلیم کرتے ہین دو باتونکا اقرار فرماتے ہین ایک تو سخت ہونیکا دوسرے واقعی حیثیت سے۔

جب ابتدا ہی مین واقعی حیثیت سے تسلیم کرلیا تو اب جو کچھ آگے فرمائینگے اُسکا غیر واقعی ہونا ثابت ہوجائیگا اگرچہ وہ ایک گہری تحقیق کا نتیجہ ہو اور صرف سختی اعتراض ہی نہین تسلیم کرتے بلکہ وہ اس بات کے بھی مقر ہین کہ اسکا جواب دینا بہت کٹھن ہی مین اسکی تصدیق کرتا ہون واقعی بے جھوٹ بولے ہوے

ہین یا موقوفات ہین انتہی اس بیان سے کسقدر واضح ہو کہ اُنکے وہ مراسیل واخبار جنھین وہ اپنی کم سنی
کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے بالکل حاضر نہ رہے ہون اُسپر بھی اصحاب سنت کا اطباق ہی کہ وہ قبول
کر لیے جائینگے لیکن مرزا حیرت اور نیز مولوی شبلی بچہ کی روایت کہکے ٹالنا چاہتے ہین حالانکہ وہ موجود بھی
تھے اور اُنکی یہ روایت مرسل بھی نہین پھر ابن عباس کی جلالت قدر جو صحابہ مین تھی اگر اُسکا تمام وکمال
بیان کرون تو یہ مختصر تحریر کتاب ہو جائے لیکن ناظرین کو اتنا دکھلانا ضرور ہی کہ اُنکو اہلسنت کیسا سمجھتے ہین
جنھین مرزا حیرت اور اُنکے امثال بچہ سمجھتے ہین حریری تو اُنکی المیتت کو ضرب المثل سمجھ کر یون لکھتا ہی فاذا
المعیۃ المعیۃ ابن عباس و سریشی اُنکے ترجمہ مین لکھتا ہی ہو عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب بن ہاشم
القرشی الہاشمی یکنی ابا العباس ولد قبل الہجرۃ بثلث سنین وکان ابن ثلث عشرۃ سنۃ یوم توفی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واختلف فی السنۃ التی مات فیہا ما بین ثمان وستین فی الاقل واربع وسبعین
فی الاکثر وصلی علیہ محمد بن الحنفیۃ وقال الیوم مات ربانی ہذہ الامۃ وضرب علی قبرہ فسطاط
روی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ انہ قال اللہم علمہ الحکمۃ وتاویل القران وفی حدیث آخر اللہم بارک فیہ
وانشر منہ واجعلہ من عبادک الصالحین وفی حدیث آخر اللہم زدہ علماً وفقہاً وفی حدیث آخر
اللہم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل وکلہا احادیث صحاح وکان عمر بن الخطاب یحبہ ویدنیہ ویقربہ
ویشاورہ مع وجوہ الصحابۃ وکان ابن عمر یقول ابن عباس فتی الکہول لہ لسان سئول وقلب
عقول عبد اللہ بن عبد اللہ ما رایت احدا کان اعلم بالسنۃ ولا اجل رایا ولا اثقب نظرا من ابن عباس
ولقد کان عمر یعدہ للمعضلات مع اجتہاد عمر ونظرہ للمسلمین عمرو بن دینار ما رایت مجلسا کان اجمع
لکل خیر من مجلس ابن عباس الحلال والحرام والعربیۃ والانساب والشعر عطا کان ناس یاتون ابن عباس
فی الشعر والانساب وناس یاتون لایام العرب ووقائعہا وناس یاتون للعلم والفقہ فما منہم صنف الا
یقبل علیہم بما یشاؤن مسروق کنت اذا رایت ابن عباس قلت اجمل الناس فاذا تکلم قلت افصح الناس
فاذا تحدث قلت اعلم الناس ابو وائل خطبنا ابن عباس وہو علی الموسم فافتتح سورۃ فجعل یقرء
ویفسر فجعلت اقول ما رایت ولا سمعت کلام رجل مثلہ لو سمعتہ فارس والترک والروم لاسلمت
طاؤس ادرکت نحو خمسمائۃ من اصحاب رسول اللہ اذا ذاکروا ابن عباس فخالفوہ فلم یزل یقررہم
حتی ینتہوا الی قولہ ابن مسعود نعم ترجمان القران ابن عباس ولو ادرک اسناننا ما عاشرہ منا رجل

یوبیلا منہم خرج معاویۃ حاجا ومعہ ابن عباس فکان لمعاویۃ موکب ولابن عباس موکب ممن یطلب
العلم القاسم بن محمد ما رایت فی مجلس ابن عباس باطلا قط وما سمعت فتوی اشبہ بالسنۃ من فتواہ وکان
اصحابہ یسمونہ الحبر والبحر وذکر ابو العباس فی الکامل ان عمر بن ربیعۃ انشدہ قصیدتہ ع

	امن آل نعم انت غاد فمبکر		غدا ام غداة ام رائح فمہجر	

فحفظہا من سمعہا وہی ثمانون بیتا مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ رایت جبرئیل علیہ السلام عند
النبی صلی اللہ علیہ والہ مرتین ودعا لی بالحکمۃ رسول اللہ مرتین وروی عنہ انہ رای رجلا مع النبی صلی اللہ علیہ
والہ فلم یعرفہ فسال عنہ النبی صلی اللہ علیہ والہ فقال النبی اَرایتہ قال نعم قال ذاک جبرئیل اما انک ستفقد
بصرک فعمی بعد ذلک فی آخر عمرہ وہو القائل فی ذلک ویروی لحسان ع

	ان یاخذ اللہ من عینی نورہما		ففی لسانی وقلبی منہما نور	
	قلب ذکی وعقل غیر ذی دخل		وفی فمی صارم کالسیف مشہور	

نظر الیہ الحطیئۃ فی مجلس عمر فقال من ہذا الذی برع الناس بعلمہ ونزل عنہم بسنہ فقیل لہ عبد اللہ
بن عباس وقال فیہ حسان بن ثابت ع

	اذا ما ابن عباس بدا لک وجہہ		رایت لہ فی کل احوالہ فضلا	
	اذا قال لم یترک مقالا لقائل		بمنتظمات لا تری بینہا فصلا	
	کفی وشفی ما فی النفوس ولم یدع		لذی اربۃ فی القول جدا ولا ہزلا	
	سموت الی العلیا بغیر مشقۃ		فنلت ذراہا لا دنیا ولا وغلا	

ونظر الیہ معاویۃ یوما یتکلم معہ فاتبعہ بصرہ فقال متمثلا ع

	اذا قال لم یترک مقالا لقائل		مصیب ولم یثن اللسان علی ہجر	
	یصرف بالقول اللسان اذا انتحی		وینظر فی اعطافہ نظر الصقر	

وروی ان طائرا ابیض خرج من قبرہ فتاولوہ علمہ خرج الی الناس وقیل دخل قبرہ طائر ابیض
فقیل ہو بصرہ قال ابو الزبیر مات ابن عباس بالطائف فجاء طائر ابیض فدخل فی نعشہ حین حمل فما
رؤی خارجا منہ وفضائلہ کثیرۃ مشہورۃ فلنقتصر منہا علی ہذا القدر ترجمہ عبد اللہ بن عباس
بن عبد المطلب بن ہاشم قرشی ہاشمی ہین اُنکی کنیت ابو العباس تھی وہ تین برس ہجرت کے قبل پیدا ہوئے

ہین یا موقوفات ہین انتہی اس بیان سے کسقدر واضح ہی کہ اُنکے وہ مراسیل واخبار جنمین وہ اپنی کم سنی
کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے بالکل حاضر نہ رہے ہون اُسپر بھی اصحاب سنت کا اطباق ہی کہ وہ قبول
کرلیے جائینگے لیکن مرزا حیرت اور نیز مولوی شبلی بچہ کی روایت کہہ کے ٹالنا چاہتے ہین حالانکہ وہ موجود بھی
تھے اور اُنکی یہ روایت مرسل بھی نہین پھر ابن عباس کی جلالت قدر جو صحابیو نمین تھی اگر اُسکا تمام وکمال
بیان کرون تو یہ مختصر تحریر کتاب ہو جائے لیکن ناظرین کو اتنا دکھلانا ضرور ہی کہ اُنکو اہلسنت کیسا سمجھتے ہین
جنھین مرزا حیرت اور اُنکے امثال بچہ سمجھتے ہین جریری تو اُنکی المعیتہ کو ضرب المثل سمجھ کر یون لکھتا ہی فاذا
المعیتی المعیّة ابن عباس اور سرلیشی اُنکے ترجمہ مین لکھتا ہی ہو عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب بن ہاشم
القرشی الہاشمی یکنی ابا العباس ولد قبل الہجرۃ بثلث سنین وکان ابن ثلث عشرۃ سنۃ یوم تو فی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واختلف فی السنۃ التی مات فیہا ما بین ثمان وستین فی الاقل واربع وسبعین
فی الاکثر وصلی علیہ محمد بن الحنفیۃ وقال الیوم مات ربانی ہذہ الامۃ وضرب علی قبرہ فسطاط
روی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ انہ قال اللہم علمہ الحکمۃ وتاویل القران وفی حدیث اخر اللہم بارک فیہ
وانشر منہ واجعلہ من عبادک الصالحین وفی حدیث اخر اللہم زدہ علما وفقہا وفی حدیث اخر
اللہم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل وکلہا احادیث صحاح وکان عمر بن الخطاب یحبہ ویدنیہ ویقربہ
ویشاورہ مع وجوہ الصحابۃ وکان ابن عمر یقول ابن عباس فتی الکہول لہ لسان سؤول و قلب
عقول عبد اللہ بن عبد اللہ ما رایت احدا کان اعلم بالسنۃ ولا اجل رایا ولا اثقب نظرا من ابن عباس
ولقد کان عمر یعدہ للمعضلات مع اجتہاد عمر ونظرہ للمسلمین عمرو بن دینار ما رایت مجلسا کان اجمع
لکل خیر من مجلس ابن عباس الحلال والحرام والعربیۃ والانساب والشعر عطا کان ناس یاتون ابن عباس
فی الشعر والانساب وناس یاتون لایام العرب ووقائعہا وناس یاتون للعلم والفقہ فما منہم صنف الا
یقبل علیہم بما یشاؤن مسروق کنت اذا رایت ابن عباس قلت اجمل الناس فاذا تکلم قلت افصح الناس
فاذا تحدث قلت اعلم الناس ابو وائل خطبنا ابن عباس وہو علی الموسم فافتتح سورۃ فجعل یقرء
ویفسر فجعلت اقول ما رایت ولا سمعت کلام رجل مثلہ لو سمعتہ فارس والترک والروم لاسلمت
طاؤس ادرکت نحو خمسمائۃ من اصحاب رسول اللہ اذا ذاکروا ابن عباس فخالفوہ فلم یزل یقررہم
حتی ینتہوا الی قولہ ابن مسعود نعم ترجمان القران ابن عباس ولو ادرک اسناننا ما عاشرہ منا رجل

یزید بالاصم خرج معاویۃ حاجا ومعہ ابن عباس فکان لمعاویۃ موکب ولابن عباس موکب ممن یطلب
العلم القاسم بن محمد ما رایت فی مجلس ابن عباس باطلا قط وما سمعت فتوی اشبہ بالسنۃ من فتواہ وکان
اصحابہ یسمونہ الحبر والبحر وذکر ابو العباس فی الکامل ان عمر بن ابی ربیعۃ انشدہ قصیدتہ ع

	امن ال نعم انت غاد فمبکر		غداۃ غد او رائح فمہجر

فحفظہا من سمعہا وہی ثمانون بیتا مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ رایت جبرئیل علیہ السلام عند
النبی صلی اللہ علیہ والہ مرتین ودعا لی بالحکمۃ رسول اللہ مرتین وروی عنہ انہ رای رجلا مع النبی صلی اللہ علیہ
والہ فلم یعرفہ فسال عنہ النبی صلی اللہ علیہ والہ فقال لہ النبی رایتہ قال نعم قال ذاک جبرئیل اما انک ستفقد
بصرک فعمی بعد ذلک فی اخر عمرہ وہو القائل فی ذلک ویروی لحسان ع

	ان یاخذ اللہ من عینی نورہما		ففی لسانی وقلبی منہما نور
	قلب ذکی وعقل غیر ذی دخل		وفی فمی صارم کالسیف مشہور

نظر الیہ الحطیئۃ فی مجلس عمر فقال من ہذا الذی برع الناس بعلمہ ونزل عنہم بسنہ فقیل لہ عبد اللہ
بن عباس وقال فیہ حسان بن ثابت ع

	اذا ما ابن عباس بدا لک وجہہ		رایت لہ فی کل احوالہ فضلا
	اذا قال لم یترک مقالا لقائل		بمنتظمات لا تری بینہا فصلا
	کفی وشفی ما فی النفوس ولم یدع		لذی اربۃ فی القول جدا ولا ہزلا
	سموت الی العلیا بغیر مشقۃ		فنلت ذراہا لا دنیا ولا وغلا

ونظر الیہ معاویۃ یوما یتکلم معہ فاتبعہ بصرہ فقال متمثلا ع

	اذا قال لم یترک مقالا لقائل		مصیب ولم یثن اللسان علی ہجر
	یصرف بالقول اللسان اذا انتحی		وینظر فی اعطافہ نظر الصقر

وروی ان طائرا ابیض خرج من قبرہ فتاولوہ علمہ خرج الی الناس وقیل دخل قبرہ طائر ابیض
فقیل ہو بصرہ قال ابو الزبیر مات ابن عباس بالطائف فجاء طائر ابیض فدخل فی نعشہ حین حمل فما
رؤی خارجا منہ وفضائلہ کثیرۃ مشہورۃ فلنقتصر منہا علی ہذا القدر ترجمہ عبد اللہ بن عباس
بن عبد المطلب بن ہاشم قرشی ہاشمی ہین اُنکی کنیت ابو العباس تھی وہ تین برس ہجرت کے قبل پیدا ہوے

اور جسدن رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے وفات پائی اُس ماہ مین تیرہ برس کی تھی سال وفات مین اختلاف ہوا ہی کمی کی حیثیت سے ۷۰ سال اور زیادتی کی حیثیت ۸۴ سال کیے گئے ہین - اُنکی نماز میت جناب محمد بن حنفیہ نے پڑھائی اور یہ فرمایا کہ آج امت کا خدا رسیدہ شخص اُٹھ گیا اور اُنکی قبر پر ایک شامیانہ نصب کیا گیا جناب رسالتمآب سے روایت کی گئی ہی کہ آپنے فرمایا خداوندا تو اسکو علم و حکمت تعلیم فرما اور قرآن کی تاویل سکھادے اور دوسری حدیث مین ہی کہ آپنے یون دعا فرمائی کہ بار الٰہا تو اسکو مبارک قرار دے اور اس سے علوم کو نشر کرا اور اسے اپنے بندگان نیکوکار سے قرار دے دوسری حدیث مین ہی کہ آپنے دعا فرمائی کہ خداوندا تو اسکے علم کو زیادہ کر اور اسکو زیادتی فہم عنایت کر دوسری حدیث مین ہی کہ یون دعا کی خداوندا تو اسکو دین مین بافہم کر اور تاویل قرآن کی تعلیم کر یہ حدیثین جو بیان کی گئین وہ سب صحاح ہین - عمر بن خطاب انکو بہت دوست رکھتے تھے اور اُنھین اپنے پاس رکھتے تھے اور اُنکو اپنا مقرب بنا رکھا تھا اور وہ انسے مشورے کرتے تھے باوصفیکہ اصحاب نبی اور بھی کثرت سے موجود تھے اور ابن عمر کہتے تھے کہ ابن عباس سن رسیدہ لوگون مین جوان ہین اُنکی زبان علم جو ہی اُنکا قلب بہت ادراک کرنیوالا ہی عبد اللہ بن عبد اللہ کا بیان ہی کہ مین نے ابن عباس سے زیادہ کسیکو سنت کا عالم اور صاحب رائے قوی و نظر ثابت نہین پایا عمر انکو مشکلات امور کے لیے مہیا رکھتے تھے باوصفیکہ وہ احوال مسلمین پر نظر رکھتے تھے اور اجتہاد بھی کرتے تھے - عمرو بن دینار بیان کرتے ہین کہ مین نے کوئی صحبت ایسی جامع خیر و خوبی نہ دیکھی جیسے ابن عباس کی صحبت تھی جہان علم حلال و حرام و علم ادب و عربیت و علم انساب و شعر کے تذکرے رہتے تھے علما کہتے ہین کہ لوگ خدمت ابن عباس مین مختلف مسائل لیکر آتے تھے کچھ شعر و انساب کے لیے کچھ ایام عرب اور اُنکے وقائع کے لیے کچھ علم فقہ کی غرض سے جو مضمون جیسی ہوتی تھین اس سے وہ انھین یا تو نکی ساتھ کلام کرتے تھے جو انکی موافق مطلوب ہوتی تھین مسروق کا بیان ہی کہ جب مین ابن عباس کی صورت دیکھتا تھا تو کہتا تھا کہ یہ شخص جمیل ترین مردم ہی جب وہ کلام کرتے تھے تو مین کہتا تھا کہ یہ فصیح ترین مردم ہی جب وہ حدیثین بیان کرتے تھے تو مین کہتا تھا کہ یہ عالم ترین مردم ہی ابو وائل تذکرہ کرتا ہی کہ موسم مین ابن عباس نے خطبہ پڑھا اور ایک سورہ کی ابتدا کی وہ اُس کو پڑھتے جاتے تھے اور اُسکی تفسیر بیان کرتے جاتے تھے مین کہتا تھا کہ مین نے تو ایسا کلام کسی شخص سے نہین سنا اگر اسے فارس و ترک و روم سنتے تو اسلام مین داخل ہو جاتے طاؤس بیان کرتا ہی کہ مین نے

پانسو صحابیون کو دیکھا کہ جب وہ مذاکرہ مین ابن عباس سے مخالفت کرتے تھے تو وہ اُنکو اپنے کلام سے آخر مین اپنے ہی مقولہ کی طرف کھینچ لاتے تھے ابن مسعود کا بیان ہی کہ کیا اچھے مترجم قرآن ابن عباس ہین اگر وہ ہمارے سنون تک پہونچ جاتے تو ہم مین سے اُنکا کوئی معاشر دسوین حصہ تک پہونچنے والا نہ نکلتا - یزید اصم ناقل ہی کہ معویہ ابن عباس کے معیت مین حج کرنیکے لیے نکلا معاویہ کے ساتھ الگ ایک فوج تھی اور ابن عباس کے ساتھ طالبان علم کی ایک فوج الگ تھی قاسم بن محمد کا بیان ہی کہ مین نے ابن عباس کی مجلس مین کبھی باطل نہین سنا اور کوئی فتوی ایسا نہ سنا جو ابن عباس کے فتوی سے زیادہ مشابہ بسنت ہوتا اُنکے اصحاب اُنکو حبر اور بحر کہتے تھے ابو العباس نے اپنی کتاب کامل مین ذکر کیا ہی کہ عمر بن ربیعہ نے اپنا قصیدہ ابن عباس کے سامنے پڑھا جسکا مطلع یہ ہی

من ال نعم انت غاد فمبکر — غداة غد او رائح فمهجر

ابن عباس نے باوصفیکہ اُسمین استی شعر تھے سنتے ہی یاد کر لیا مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے جبرئیل کو رسالتمآب کے پاس دو مرتبہ دیکھا اور رسالتمآب نے میرے لیے حکمت ہونیکی دعا دو مرتبہ کی ابن عباس ہی سے یہ بھی روایت کی گئی ہی کہ اُنھون نے رسالتمآب پاس ایک شخص کو دیکھا مگر پہچانا نہین رسالتمآب سے سوال کیا کہ یہ کون تھا آپنے فرمایا کہ کیا تمنے اُسے دیکھا اُنھون نے کہا ہان فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے مگر یہ جانتے رہو کہ تمھاری آنکھون کی بصارت جاتی رہیگی پس وہ آخر مین نابینا ہو گئے اور یہ نظم اُنھین کی ہی اور بعض کہتے ہین کہ حسان بن ثابت کی ہی اور اُن دونون شعرونکا ترجمہ یہ ہی کہ اگر میری آنکھون کا نور جاتا رہا تو میری زبان و دل مین اسکے عوض نور موجود ہی میرا دل نہایت ذکاوت رکھتا ہی اور عقل مین میری کسی قسم کا خلل نہین اور میرے ذہن مین وہ زبان ہی جو مثل شمشیر برندہ ہی حطیئہ شاعر نے ایک مجلس مین انکو دیکھکر کہا کہ یہ کون شخص ہی جسنے اپنے علم کی جہت سے تمام لوگون پر فوقیت حاصل کی ہی باوصفیکہ وہ سب مین کمسن ہی لوگون نے اُسے بتایا کہ یہ ابن عباس ہین حسان بن ثابت نے اُنکی مدح مین وہ اشعار کہے جنکا حاصل ترجمہ یہ ہی جب ابن عباس تمھارے لیے ظاہر ہون تو تم اُنکی ہر حالت مین فضیلت ہی دیکھو گی جب وہ کچھ کہتے ہین تو پھر کسی کہنے والے کے لیے کہنے کا محل باقی نہین رکھتے اور پھر وہ ایسا مسلسل کلام ہوتا ہی جسمین کسی قسم کا خلل نہین ہوتا جو کچھ دلونمین شبہہ ہون اُنکے علاج کے لیے اُسمین کا

بیان شافی کافی ہی اور پھر کسی کہنے والیکو نہ جد مین محل کلام رہتا ہی نہ ہزل مین ۔ تم بلند ہوئے معالی کیطرف
اور اس بلند ہونے مین تمنے کسی قسم کا تعب نہین اُٹھایا اور اسکی انتہا کی بلندی کو تم پاگئے حالانکہ نہ تم
ذلیل تھے نہ بے وقعت تھے) معاویہ نے ایکدن اُنکو بات کرتے ہوئے دیکھکر دو شعرون سے تمثل کیا جنکا
حاصل ترجمہ یہ ہوا کہ جب کوئی بات کہتے ہین تو کسی اور کو موقع کلام نہین ملتا اگرچہ وہ گوئندہ صواب
ہی کیون نہو اور کبھی اپنی زبان پر بیہودہ بات نہین آنے دیتے جیسا چاہتے ہین ویسا کہتے ہین اور
نظر اُنکی مانند صقر اطراف و جوانب پر پڑتی ہی روایت کی گئی ہی کہ اُنکی قبر سے ایک سپید طائر نکلا جسکو
لوگ اُنکا علم سمجھے جو لوگون کیطرف نکلا اور یہ بھی کہا گیا ہی کہ ایک طائر سفید اُنکی قبر مین داخل ہوا جسکو
بعض اُنکی بینائی سمجھے ابو الزبیر کا بیان ہی کہ طائف مین ابن عباس نے انتقال کیا تو ایک سپید طائر
اُنکے جنازے مین داخل ہوا جسوقت اُنکا جنازہ اُٹھایا گیا اور پھر اُسکو کسینے نکلتے نہ دیکھا اُنکے فضائل بہت ہین
اور مشہور ہین ہمنے یہان صرف اسیقدر پر اکتفا کی ہی **انتہی** یہ سرشی شارح مقامات حریری کا بیان تھا
اس سے کئی باتین مستفاد ہوئین اولاً یہ امر کہ اُنکا سن وقت وفات رسالتمآب تیرہ برس کا تھا دوم یہ امر
کہ اُنکی قوت حافظہ اعلی درجہ پر تھی سوم اُنکی کثرت معلومات چہارم طالبان حدیث کی اُنکی طرف مرجعیت پنجم
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کا اُنکے لیے دعا کرنا یہ تمام اُمور آپ پر اُنکی روایت تسلیم کرنیکو واجب کرتے ہین اور
محمد بن حبان بستی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہی کہ اُنکا سن وقت وفات رسالتمآب چودہ برس کا تھا جیسا کہ کتاب الثقات
مین اُسکا بیان ہی توفی النبی و ھو ابن اربع عشرة سنة اُنھون نے بھی رسالتمآب کی اُس دعا کا ذکر کیا ہی جو
اُنکے لیے فرمائی تھی اور واقدی نے اُنکی عمر وقت وفات رسالتمآب تیرہ برس بیان کی ہی اور سعید بن جبیر نے
جو ابن عباس کے منہ سے سُنی ہوئی بات بیان کی ہی اُسمین پندرہ برس کا سن مذکور ہی اُنکے اور مدائح وصفات
ومناقب دیکھنا منظور ہو تو آپ آیۃ اللہ فی الاٰمام وصحبتہ کی کتاب (عبقات) حدیث طیر مین صفحہ (۰۰) سے دیکھ لیجئے

مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ آپ اُنکی عبارتون کے فہم مطالب مین دستگاہ نہین رکھتے اور نہ آپ اُنکے مغز سخن تک پہونچ سکتے ہین کیونکہ
آخر مین آپکا بیان ہی کہ ہمنے استقصاء الافحام کو سرسری نظر سے دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ یہ کتابین مجتہد کے مومنین کیلیے لکھی گئی ہین تصور معاف
اگر آپ غور سے بھی ملاحظہ کرنیکا دعوی کرتے جب بھی مجھے شک ہوتا کہ آپ اُسکے معانی و مطالب تک رسائی پیدا کی ہی چہ جائیکہ آپنے باین سعد سرسری
نظر سے دیکھا ہو وہ بھولے بھالے مومنین کیلیے نہین لکھی گئی وہ اُنلوگون کیلیے لکھی گئی ہی جو اُسکو دشمنی کی نظر سے دیکھتے ہین مگر ایک حصن حصین ہی
ایسے کہ کنونکو ہاتھ ملنے کے سوا اُسکے استحکام کے آگے اور کچھ نہین بن پڑتا ہے لنا جبل یحتلہ من نجیرہ منیع یرد الطرف و ھو کلیل ۱۲ منہ

تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہ کیسے تھے اور آپکے علما اُنھین کیسا سمجھتے تھے اور آپ خود سمجھتے ہونگے کہ بخاری
اور مسلم کے امثال نے جو اُنکی روایت کو بغیر قدح و جرح تسلیم کر لیا ہی تو قابل قبول سمجھ کے یا یونہین اگر اُنکو آپکے
نزدیک تنقید رواۃ کی بھی لیاقت نہ تھی تو ہمین اس مطلب پر زیادہ اصرار کی ضرورت نہین کیونکہ صحاح کی حقیقت
اسی امر سے معلوم ہو جائیگی اور اُنکے مصنفین کی قابلیت بھی اُس سے بڑھکے آپکا احسان کیا ہوگا اگر صحیح
روایتون کے ساتھ یہ بھی جھوٹ ہو جائے تو ہمارا کیا جائیگا ع شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی ؎
گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد ۔ جناب یہ شگوفہ کمسنی کا جو چھوڑا گیا ہی اسمین بالکل انجام بینی کو دخل
نہین دیا گیا ایک خرابی تو یہ لازم آتی ہی جو اوپر گذری دوسری خرابی یہ لازم آتی ہی کہ آپ کو اُنکی روایت
کے قبول کرنے کے لیے اُنکے بلوغ کی تاریخ و وقت دریافت کرنا پڑیگا اور بعد کو آپکا فرض ہوگا کہ روایت
کی تاریخ صدور کو اُنکی تاریخ بلوغ سے مطابق فرمائیے لیکن مجھے امید نہین کہ آپکو تاریخ و وقت بلوغ
معلوم ہو یا شاید کسیطرح آپنے معلوم کیا ہو بہر طور صحاح سے وہ حدیثین تو ضرور کاٹ دیجیے جنکی روایت
اُنھون نے رسالتمآب سے بلا واسطہ کسی راوی کے کی ہی کیونکہ جب وقت وفات وہ نا قابل قبول تھے تو
قبل وفات تو اور بھی نا قابل ہونگے اُنھین باتون کی جہت سے آپکے دور اندیش علمانے اور باتین
جوابمین بنائی ہین یہ جواب نہین دیا جو عجز عن الجواب کی کافی دلیل ہی اور پھر اُنکو بچہ سمجھے مگر کیا جابر بن
عبداللہ انصاری کو بھی بچہ سمجھیے گا مسند کی روایت دیکھیے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ جواب چلنے کا
نہین کیونکہ اس کسر فرضی کا جبر جابر نے کر دیا ہی اس مختصر بیان سے معلوم ہو گیا کہ بہ گزہت لغو دمہمل ہی

عرب پر اہل ہند کی تطبیق

مرزا حیرت صاحب کے اطراف مین اور نیز اُن عورتون کے خیال کے موافق جو نرم دل اور رقیق القلب
ہین ہندوستان مین یہ دستور ہی کہ بچون کو مرنیوالے سے الگ کر دیتے ہین کہ ایسا نہو موت کی کشاکش دیکھکر
دہل جائین یا ملک الموت کہین خدانخواستہ اُدھر سے اِدھر پلٹ پڑین اس لحاظ سے اُنکو مرنیوالے کے کسی
کام مین شریک ہونیکی اجازت نہین دیتین جنازہ آتا ہوا تو بچونکو حکم ہوتا ہی کہ بھاگ کر اندر گھر کے پہونچ جاؤ
تشییع کرنی کیسی کہین نعش میت کا سایہ نہ پڑ جائے کہ طول عمر مین بٹہ لگ جائے نماز جنازہ نہ پڑھو کیونکہ اتنی دیر
مردے کا قرب منحوس ہی یہی نوع مین بھی دستور رائج ہی یہ رسم مرزا صاحب کو گہری تحقیق مین مدد دے رہی ہی

اونکے خیال مین ابن عباس بچون کی طرح بھاگے بھاگے پھرتے تھے خیال تو بہت درست ہی لیکن
دنیا نوسی ترجمان جنکو رسوم کے ادا کرنے مین کامل دستگاہ ہی وہی اس بیان کے حسن کو خوب سمجھ
سکتے ہین آپ نہین سمجھتے کہ مین مردون سے خطاب کر رہا ہون یا گھر کی پردہ نشینون سے کیون جناب یہ کس
تاریخ مین ملاحظہ فرمایا کہ بچون کیطرح بھاگے بھاگے پھرتے تھے مین اُس تاریخ کا نہایت مشتاق ہون
آپ بھی اُس زمانہ مین اُنکے ہمجولیون مین تھے اور ابن عباس کے ساتھ بھاگتے پھرتے تھے ابن عباس
بہت صغیر السن بچہ فرض کرنیکے بعد نہ معلوم (بچون کیطرح) کیون فرمایا لفظ طرح تو تمثیل کے لیے آتا ہی کہ
آپنے اُنکو یہان بچہ نہین تصور فرمایا آگے بڑھکے فرماتے ہین کہ ایسے موقع پر چھوٹونکو عموماً علٰحدہ بٹھا دیا جاتا ہی
اسیطرح ابن عباس بھی بہت دور علٰحدہ کہین کھڑے ہونگے یہان ذرا متانت سے کام لیا ہی کہ بھاگنے
کے بعد ابن عباس کو ٹہرنے کا موقع دیا ہی اور اپنے اطراف کی رسم کی جہت سے آپ عالم بھر مین یہی
پھیلایا چاہتے ہین رسول اللہ کا انتقال اور اعزا اور اقربا اور احباب کا فراہم ہونا اور آپکا عالم وجود مین
مہمان ہونا یہ کوئی ایسا وقت تھا کہ آپکی زیارت کا کسیکو اشتیاق نہوتا اور تیرہ یا چودہ یا پندرہ برس
کے لڑکے عرب کے جو ہمارے عصر کے بیس برس کے جوانون سے قوے مین قوی ہون اور رسالتمآب
کی قدر و منزلت سے واقف ہون وہ اُٹھکر کوٹھری مین جا بیٹھین ابھی سے رسالتمآب کی زندگی کسیکو
نہ بھلی تھی کہ وہ اتنی دیر بھی صورت دیکھنا منظور نکرتا اور نہ کسیکے ماں باپ اس امر کو گوارا کر سکتے تھے
ہان جس کو رسالتمآب کی زندگی سے نہین بلکہ موت سے کوئی غرض متعلق رہی ہوگی اُسکو شاید اتنی
زندگی بھی شاق ہو نہین تو وہم و گمان مین بھی نہین آسکتا اور نہ کسی مورخ نے اس واقعہ کو لکھا ہی
یہ تو مرزا صاحب کی ایجاد فرمائی ہوئی بات ہے اور اُسپر جواب کی بنا قرار دی ہی سبحان اللہ اس
فہم کا کیا کہنا اس سے آپ کی تاریخ دانی کا ثبوت بھی اعلی درجہ کا ہوتا ہی کہ آپکو کہانتک حالات عرب سے
اطلاع ہی میدان جنگ مین جہان ہزارون دم توڑتے ہین وہان تو اس سن کے لوگ موجود ہی
ہوتے ہین چہ جائیکہ غیر مقامات جنگ مین ہم کچھ بھی کہین مگر مرزا صاحب کی رائے مین وہ کہین کونے
مین کھڑے ہوئے تھے اُنکو بھلا کیونکر معلوم ہو سکتا تھا کہ کاغذ و قلم و دوات کا غل کس بنا پر اُٹھا حضرت
نے طلب فرمایا یا کسی صحابی کی یہ رائے ہوئی بات تو خوب بنائی نہ بنے تو آپ کی کیا خطا آپ انتہی ہی
بات کے لیے اُنکو کہین بھگاتے ہین کہین کونے مین کھڑا کرتے ہین کہین علٰحدہ بٹھاتے ہین یہ آپ کا

نہین کہہ سکتے کہ اُنکا کوئی اعتبار نہین جاتا وہ رسالتمآب کے پاس ہی کیون نہ بیٹھے ہون کیونکہ آپ
صغیر السن تو فرض ہی کر چکے ہین پھر اب جو ہے وہ [illegible] کی بڑے حیف کی بات ہی کہ آپ اپنی بات کہانے
کے لیے جامعین احادیث پر الگ اتہام کرتے ہین ابن عباس کو الگ جھوٹا بتاتے ہین بخاری اور مسلم
وغیرہ کے الفاظ روایت گہری نظر سے نہین دیکھے وہ تو کہتے ہین کہ یوم الخمیس یا یوم الخمیس کہکے
اسقدر روتے تھے کہ سنگریزے تر ہو جاتے تھے بھلا کوئی عقل کی بات ہی کہ ابن عباس سا شخص جو صحابی ہو
اور پر حدیثون کی طلب مین جائے وہ بے سمجھے بوجھے یون اتنی سی بات پر رویا کرے رسالتمآب کے صحاب
موجود تھے اُنھون نے کسی سے پوچھ لیا ہوتا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہی پھر رونا بھی اچھا معلوم ہوتا
مگر بیان ابن عباس کا اس قول سے زندگی بھر عدول نہ کرنا اور صحابہ رسالتمآب کا اس حدیث کو
روایت کرنا اور پھر محققین احادیث کا اسکو مکرر مقامات مین درج کرنا یہ باتین پکار پکار کے کہہ رہی ہین
حضرت عمر نے قیامت تک کے لیے اپنے ذکر خیر کا ذخیرہ امت رسالتمآب کے لیے چھوڑ دیا۔ کیا آپکو یقین
ہی کہ آپ تک تو یہ حدیث پہونچ گئی اور اصحاب رسالتمآب نے یا تابعین نے اسکو نہ سنا ہوگا پھر اُنہین سے
جنہون نے ابن عباس کے قول کی رد کی ہو مہربانی فرماکے اُسکا قول نقل فرمائیے تاکہ خرافات نہین بات
سمجھی جائے۔ مجھے سخت حیرت ہی کہ آخر ابن عباس کو کونسا امر اسبات کا داعی ہوا کہ حضرت عمر ہی کے
متعلق اُنکی رائے جم گئی حالانکہ یہ دور کھڑے ہوئے سن رہے تھے اور وہان اور بھی صحابی موجود تھے
کسی اور کیطرف بھی ایسا خیال کرتے کیا حضرت عمر سے اور ابن عباس سے کچھ ناچاقی تھی ایسا تو نہین
معلوم ہوتا اور نہ حضرت عمر کو ایسا خیال ابن عباس سے تھا یہ اپنے عہد خلافت مین بہت سے مسائل
ابن عباس سے حل کیا کرتے تھے یہ باتین اُنکے وثوق پر بہت اچھی طرح دال ہین پھر وہ رسالتمآب کے
خفا ہونیکی حالت بیان کرتے ہین کہ جب قلم و دوات و کاغذ طلب فرمایا تو لوگون مین اختلاف ہوا
اور جھگڑا پڑ گیا بعض کہتے تھے کہ کاغذ و دوات قلم لاؤ تاکہ رسول تمہارے لیے ایک ایسا نوشتہ لکھ دین
جسکے بعد کو گمراہ نہو اور بعض وہی کہتے تھے جو حضرت عمر نے کہا جب آوازین آپ کے پاس خلاف تہذیب
بلند ہوئین تو آپنے فرمایا کہ اُٹھ جاؤ میرے پاس سے نکالو ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ
ما حال بین رسول اللہ وبین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم و لغطھم ابن عباس کی
[illegible] تھے کہ پوری پوری مصیبت یہ تھی کہ لوگ رسالتمآب کے ارادہ مین حائل ہوگئے اور وہ نہین وہ بات

نہ لکھنے دیا خیال کرنیکی بات ہی کہ کتنے کھلے ہوئے الفاظ مین وہ کہہ رہے ہین جو ذرا سا تردد نہین ظاہر کرتے
حالانکہ راویون کو جن باتون مین تردد ہوتا ہی وہ اپنے تردد کو بھی الفاظ مین ظاہر کر دیتے ہین خصوصاً ابن
عباس کے متعلق تو ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ مین اس امر کی تصریح بھی نقل کی ہی وعند الدارمی
وابن سعد بسند صحیح عن عبد اللہ بن ابی یزید کان ابن عباس اذا سئل فانکان فی القرآن اخبر بہ فلم یکن
وکان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اخبر بہ فان لم یکن وکان من ابی بکر وعمر اخبر بہ فان لم یکن
قال برایہ دارمی اور ابن سعد نے بسند صحیح عبد اللہ بن ابی یزید سے نقل کی ہی وہ بیان کرتے ہین کہ ابن عباس
سے جب سوال کیا جاتا تھا تو اگر قرآن مین وہ امر مذکور ہوتا تو قرآن کا حوالہ دیتے تھے اور اگر نبی سے
سنا تھا تو اُسے بیان کر دیتے تھے اور اگر ابو بکر وعمر سے نقل کرتے تھے تو وہ اُس کو بھی بیان کر دیتے تھے
اور اگر یہ بھی نہوتا تھا تو وہ اپنے ہی جانب سے کہہ دیتے تھے اور اپنی رائے بیان کرتے تھے اس روایت
کے معنی اگر دوسرے طور پر کیے جائین جب بھی ہمارا مطلب اس سے پیدا ہوگا کیونکہ لوگون کو قرآن وسنت و
اقوال صحابہ یا تابعین کے قول کا علم جبتک وہ بیان نہ کر دیتے ہون کیونکر ہو سکتا ہی بالجملہ راویون کا
قاعدہ ہی کہ وہ حتی الامکان اپنے تردد کو ظاہر کر دیا کرتے ہین اگر مرزا صاحب مین اتنی جانچ کا مادہ ہوگا تو وہ جانتے ہونگے
اور تجربہ بھی لطیفہ قابل غور ہی کہ ابن عباس با[illegible] اُنکی سمجھ مین یہ آیا کہ عدول حکمی اور شور وشغب کی
وجہ سے اُٹھا دیے گئے لیکن مرزا صاحب کی سمجھ مین یہ آتا ہی کہ نہین رسالتمآب نے صرف باہمی شور کی جہت سے
اُٹھا دیا اور کوئی بات نہ تھی سمجھنے والے تو الحاضر یری ما لا یراہ الغائب کے قضیہ سے یہی سمجھینگے کہ ابن عباس
آپ کے زیادہ واقف ہین اگرچہ آپ اپنے کو اُنسے بہتر سمجھین اچھا یو ہین سہی یہ تو ضرور الفاظ سے معلوم ہوا
کہ مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہین کہ لوگ اُٹھا دیے گئے آخر یہ کیا بدتمیزی تھی کہ ایسے وقت مین ایسا شور برپا کیا
کہ حضور پر نور کو ایذا ہوئی یہانتک کہ آپ اُن لوگون کی صورت سے بیزار ہو گئے یہین سے صاحب تحفہ
کی سب نبوت خاک مین ملی جاتی ہی کہ خیال کر کے منع کیا گیا تھا کہ آپ کو حالت مرض مین لکھنے یا لکھوانے
مین تکلیف ہوگی کیونکہ اگر یہی خیال ہوتا تو ایسا شور کیون فرماتے جس سے آپکو تکلیف ہوتی ان تمام
باتون سے ارباب انصاف پر ظاہر ہو سکتا ہی کہ حاضر خدمت ہونے سے ایسے حضرات کی غرض عیادت تھی
یا اور قلبی باتین تھین جنکا اظہار وقتاً فوقتاً ہوتا رہا اور یہ واضح ہی کہ بیماری کی حالت ایسی ہوتی ہی جسمین
وصیت وغیرہ کا زیادہ خیال کیا جاتا ہی ایسے ہی اوقات مین حضوری کی زیادہ ضرورت تھی کیونکہ رسالتمآب

کچھ فرما سکتے تھے اور مرنیکے بعد تو یہ احتمال بالکل منتفی تھا پھر اُسوقت کوئی حاضر ہو کے کیا کرتا اور تجہیز
وتکفین کا اہتمام کیون کیا جاتا خلا لک الجو فبیضی واصفری مرزا صاحب فرماتے ہین کہ الفاظ سے
خلافت کو کچھ بھی تعلق نہین معلوم ہوتا اور سمجھ مین نہین آتا کہ حضور انور نے ایسا کہا ہو اسلیے کہ قرآن مجید
موجود تھا جسکو سرچشمہ ہدایت تسلیم کیا گیا ہی اس صورت مین کوئی خاص نصیحت نامہ لکھنے کی ضرورت نہین
معلوم ہوتی، سچ فرماتے ہین آپ کی سمجھ مین کیون آئیگا ہم سمجھاتے ہین یہ تو آپ تو اگر نظر رکھتے ہونگے
تو معلوم ہوگا کہ کن کن علمانے اسکی تصریح کی ہی جو قابل رد نہین اب آپ فقط یہ سمجھیے کہ ایسا کیون ہوا اسلیے
ہوا کہ رسالتمآب نے اُنھین چیزون کے باب مین لکھوانے کی ضرورت سمجھی ہوگی جسکو آپنے زیادہ مہتم بالشان
سمجھا ہوگا خصوصاً اُسوقت مین جب حضرات کا عندیہ قلب مطہر پر منکشف ہو گیا ہوگا اور وہ محبت کی نظر جو
خلوص کے پردے مین خلافت پر پڑ رہی تھی معلوم تھی تو ایسے وقت مین جب امر مطلوب کے مخالف قلوب
کی کیفیت نظر آتی تھی بہت ضرور تھا کہ پھر تاکید کی جائے اور تبلایا جائے کہ تعلق اسکا کس سے ہونا چاہیے
اگر لکھنے پاتے تو منکشف ہو جاتا کہ وہ کونسی ضروری بات تھی جسکو مرنیکے ہنگام مین بھی نہین بھولے تھے
اور اسکو منع کرنیوالے خوب سمجھے آپ اسے اچھی طرح نہین سمجھ سکینگے کیا جسمین سلطنت کرنیکی قوت
تھی اُسکی عقل مین اتنی قوت تھی کہ قرائن مقام سے اسبات کو جانچ لیتا کہ وہ کونسی بات ہی جسکی تحریر کی ضرورت
ہی نماز روزہ و زکوۃ و حج وغیرہ وغیرہ ایسے اُمور ہین جسکا ترک ذاتی اور شخصی نقصان کا سبب ہی اور
خلافت ایک ایسی چیز تھی جسکا ضرر عام تھا اس مطلب پر غور کر کے ہر شخص معلوم کر سکتا ہی کہ جسمین جمہوری
صلاح ہو وہ امر زیادہ مہتم بالشان بنسبت اُن باتون کے ہی جنکا ضرر جزئی ہو اس بیان سے معلوم ہو سکتا ہی
کہ اس واقعہ کو خلافت سے کیا تعلق ہی رہ گئی یہ بات کہ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے کیا ضرورت تھی) اس سے چند
امور مستفاد ہوتے ہین ایک یہ کہ قرآن مجید موجود تھا تو لکھنے کی کیا ضرورت تھی لہذا رسول کیون کوئی لغو
فعل کرتے حضرت نے ہرگز قلم ودوات وکاغذ نہین طلب کیا دوسری بات یہ ہی کہ علی تقدیر تسلیم الروایۃ طلب
فرمایا مگر برا اور بیجا کیا کیونکہ ضرورت نہ تھی لہذا حضرت عمر نے بے موقع بات کو کاٹ دیا اور رسول کو معاذ اللہ
فعلی لغویت سے بچایا اگرچہ قولی تو علاج ہو چکے تھے تیسری بات یہ ہی کہ طلب کاغذ قلم ہوئی اور بیجا بھی
نہین ہوا مگر کوئی ضرورت نہ تھی یہ تینون باتین ایسی ہین کہ جواب سے مستغنی ہین مگر آپکی تسلی کے لیے کچھ
لکھنا ضروری ہی پہلی بات کہ نہین طلب کیا ابن عباس اور جابر اور جامعین اخبار کو کاذب و متہم فی الروایۃ

ثابت کرتی ہے اس سے وہی خرابی لازم آتی ہے جو ہم سابق میں لکھ چکے ثانیاً آیندہ آپ خود ہی تسلیم کیے لیتے ہیں
کہ قلم دوات ضرور مانگی گئی تھی ثالثاً یہ کوئی عاقل بالکل نہیں تسلیم کر سکتا کہ جبکہ وہ کتاب موجود تھی جو سرچشمہ
ہدایت تھی تو کیا ضرورت تھی نہیں نہیں ضرورت تھی اور بڑی ضرورت تھی اولاً تو کتاب کے سمجھنے والے کم تھے
کہ اپنے دین کے احکام کا استنباط فرماتے اسکے متعلق صدہا شرمناک واقعہ ہیں جنکے لکھنے سے مرزا صاحب
بھی خفا ہونگے اور مجھے بھی زحمت نقل ہوگی ثانیاً ہر ایک کا ایسا ہونا کہ دین میں اسقدر منہمک ہو کہ کتاب
خدا میں غور کر کے احکام کا استخراج کر کے عمل کرے یہ رسالتمآب کو اصحاب کی حالت دیکھکر غیر معلوم تھا ثالثاً
اس بنا پر تمام وصایا اور احادیث و نصائح جو رسالتمآب نے فرمائیں وہ لغو و فضول و مہمل ہوئی جاتی
ہیں اسلیے کہ کتاب جو سرچشمہ ہدایت تھی موجود تھی پھر وہ معاذاللہ حدیثیں بیان کر کے اپنا وقت بھی ضائع
کرتے تھے اور اصحاب کا وقت بھی آخر یہ موٹی موٹی جلدیں صحاح کی ضروری احادیث سے بھری ہوئی ہیں
یا غیر ضروری سے اگر ضروری ہیں تو تسلیم فرمائیے کہ کتاب خدا تنہا کافی نہیں اور اگر غیر ضروری ہیں
تو ایک فتوی تحریر فرمائیے کہ آج سے میں انپر عمل فضول سمجھتا ہوں پھر ہم بھی انصاف کے قائل ہونگے
حضرت جو محل و موقع پیش آتے ہیں انسے انسان خود ضروری اور غیر ضروری ہونا سمجھتا ہے اور
اسکے موافق عمل کرتا ہے ایک مثال میں سمجھیے مثلاً کسیکی اولاد میں باہم منازعات اور مشاجرات ہوں
اور باوصف احکام الہی کے موجود ہونیکی وہ ضروری سمجھتا ہو کہ وصیت اتفاق و اتحاد کرے تو کیا
آپ اسے ملزم قرار دینگے کوئی عاقل اسکو سوائے حسن کے قبیح نہ سمجھے گا آپ کا ذکر نہیں آپ چاہے
اسکو اس فعل پر گالیاں دیں اور ایسا کچھ اسی زمانہ میں منحصر نہ تھا بلکہ لوگوں کے وصایا پر نظر کیجائے تو
وہ اکثر اسی قبیل سے ہیں جیسا ہم بیان کرتے ہیں جب تمام عقلائے روزگار کی یہی کیفیت ہے تو نبی جو نبی
امت پر بدرجہا زیادہ شفیق ہوتا ہے اسکو امت کے باب میں کوئی عملی حیثیت لکھنے کی کیوں ضرورت
تسلیم نکیجائے یہ دوسری بات ہے کہ سعادتمند امتی مونھ پر بڑھ کے ہاتھ رکھدیں دوسری شق کے
متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ ضرورت نہوتی تو یہ غایت کیوں بیان کیجاتی کہ اسکی جہت سے تم میرے بعد
گمراہ نہوگے اس سے زائد ضرورت کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے دوسرے یہ کہ اچھا مانا کہ ضرورت نہ تھی
مگر وہ کونسا ایسا وقت عقل میں آسکتا ہے کہ امتی کا فعل حسن ہو اور نبی کا فعل قبیح ہو اسکو اگر ہم
تسلیم کرلیں تو امتی کو کیوں نبی نہ کہیں تیسری شق کے متعلق یہ امر ہے کہ غیر ضروری ہونیکے ساتھ

اگر اس کا قبیح ہونا تسلیم کر لیا جائے تو اسکے منع میں رسالتمآب پر عنف جبارت کی سند میں دو دن
احکام کے مشتاق تو چھیڑ چھیڑ کے باتیں پوچھا کرتے ہیں بیان تو رسول نے خود بتانا چاہا تھا کیا دے
کہ روک دیا اس شق میں علاوہ لزوم عبث کی وہ غایت جو سابقاً بیان کی گئی مہمل ہوئی جاتی ہے آخر
ہمارے بیان سے معلوم ہو گیا کہ کتاب خدا کا ہونا مانع تحریر نہ تھا مگر مرزا حیرت صاحب اپنی بیروی کی
داد دے رہے ہیں کیونکہ جو کلمہ حضرت عمر نے کہا تھا وہی آپ بھی دوسرے الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ باوصف
وجود کتاب کچھ لکھوانے کی خواہش سمجھ میں نہیں آتی در اصل اسی منشاء سے حضرت عمر نے بھی کہا تھا کہ
وہ رسالتمآب کے اقوال و افعال کو ہمیشہ غیر ضروری حیثیت سے خیال فرماتے تھے۔ آج آپ کی نیت
بتا رہی ہے کہ آپ اگر عیادت کرنے والوں میں ہوتے تو آپ حضرت عمر ہی کا ساتھ دیتے مگر اسدن
نہ سہی تو آج آپ راضی برضائی حضرت عمر ہو کے فعل نبی کے عبث ثابت کرنے کو تیار ہیں ؎

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی — جسکو ہو دین و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

پھر فرماتے ہیں کہ نفس واقعہ تو غلط نہیں معلوم ہوتا بیشک ابن عباس نے دوات و قلم کا غل مجمع میں
ضرور سنا ہوگا) الحمدللہ کہ نفس واقعہ کی صحت تو تسلیم فرماتے ہیں ہاں جناب واقعی اسکی صحت میں کلام
نہیں اور یہ بھی مجھے یقین ہے کہ جسقدر آپ اپنی زبان سے فرماتے ہیں اس سے زائد آپ نہیں کہتے
ہونگے لیکن اتنا اور سمجھ کے کام لیجیے کہ جہاں آپنے اس بچے کے قول کی تصدیق اتنی کی ہے کہ نفس
واقعہ کو صحیح سمجھا وہاں اتنا اور کرم فرمائیے کہ وہ جو کہتے ہیں وہ مانیے کیونکہ وہ اسکو بطور چشم دید واقعہ
کے بیان کرتے ہیں وہ یہ نہیں کہتے ہیں کہ میں کونے میں کھڑا ہوا تھا اور میں نے وہیں سے قلم و دوات
و کاغذ کا غل سنا جب ایک خبر میں انکی روایت کی تصدیق فرماتے ہیں تو پوری روایت کی تصدیق نکرنی
بلا وجہ ہے اور اگر منشا طلب کے باب میں انکو غلط فہم تصور کیجیے گا تو یہ جو انھوں نے بیان کیا ہے کہ رسالتمآب
نے فرمایا کہ میں تمھیں ایک تحریر لکھدوں جسکے بعد تم گمراہ نہوگے اسکی تکذیب ہو جائیگی وہ کوئی مضمر اور
دل ہی دل کا خیال نہ تھا جسکو آپ بوجہ پہلی تصور فرما رہے ہیں انھوں نے یہی سنا یہی انھوں نے بیان کیا
ہاں اگر وہ بیان کرتے کہ آپ خلافت کے بارہ میں لکھوانا چاہتے تھے تو آپ کہتے کہ منشا کے دریافت کرنے میں
غلطی کی کیونکہ یہ بات آپ کے مخالف تھی حق بجانب تھا اگر آپ اسکو تسلیم نکرتے لیکن وہ تو منشا کو بیان
ہی نہیں کرتے یہ کہتے ہیں کہ کچھ ایسی بات تھی جس سے امت کی ہدایت اور ضلالت سے نجات متصور تھی

حضرت عمر مانع ہوئے اور نہ لکھنے دیا بس ہمارا مطلب تو اسی سے ہی ہمین اس سے کوئی غرض نہین کہ منشا
کیا تھا منشا کو تو حضرت عمر ہی خوب سمجھے جنھون نے رد کا آبن عباس کیا منشا سمجھ سکتے تھے اور یہ بھی فرمانا
بیکار ہی کہ نئی بات کیا در پیش ہوئی جس سے یہ خیال آیا، نئے ہونیکی کیا ضرورت ہی پرانی باتین جن کا
عمل مین لانا مقصود ہی اُنکے متعلق تاکید پر تاکید کیجاتی ہی خصوصًا منکر کے لیئے تو کلام تاکیدی کی وضع ہی
ثابت ہی مگر مرزا صاحب کو شاید اسکی اطلاع نہو کیونکہ وہ تو صرف ہند کے رسوم سے مطلع ہین آپ یہ بھی
احتمال بیان کرتے ہین کہ عبداللہ بن عباس کے الفاظ اسمین نہین معلوم ہوتے غالبًا مجاہد نے جو باتیں بھی
تھے نقل کئے ہین ممکن ہی کہ غلطی سے بعض باتین نہ سمجھے ہون، واقعی آپکے ایجادی احتمالات کا
کیا کہنا نہ آپ کو یہ یاد ہی کہ کتنے روایت کی اور یہ بھی معلوم نہین کہ ایک نے روایت کی یا دو نے اور
پھر یہ معلوم نہین کہ الفاظ بغیر شک بیان کر رہا ہی یا نہین پھر یہ معلوم نہین کہ کیا نہین سمجھا الفاظ نہین
سمجھا یا معانی نہین سمجھا نہ آپنے حدیثین دیکھین نہ راویون کو دیکھا پھر آپ دخل در معقولات دینے کیلیے
کیون مستعد ہو گئے ہم تو الزام بخاری اور مسلم وغیرہ کی روایتون سے دے رہے ہین جنکو آپ اگر
اہلسنت سے ہین تو ضرور تسلیم کیجیے گا اُنمین مجاہد کا کہین پتا بھی نہین آپ اس غریب پر نافہمی کا
الزام کیون دے رہے ہین اور صرف اسوجہ سے کہ کیون حضرت عمر کی جانب ایسے امر کی اسناد کی پہلے
ابن عباس پر غلط فہمی کا دہبہ لگایا اب مجاہد سے یہ غلطی ثابت فرمائی آپ راویون سے کیون بگڑے
جاتے ہین یاد رکھیے کہ کتنے روایت کی پھر اُسکی خبر لیجیے یہ راوی دروغ گو نہین تاکہ دروغ گو را حافظہ
نباشد کا مصداق ہو آپ روایتون کے اسنادون کو دیکھیے اُسمین مجاہد کو دیکھیے تو ہمین بھی بذریعہ
کرزن گزٹ اطلاع دیجیے گا پہلا وہ مقام جہان بخاری نے اس روایت کو درج کیا ہی وہ کتاب العلم ہے
اُسکا صدر یون ہی ثنا یحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وهب قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب
عن عبید الله بن عبد الله عن ابن عباس الخ دوسرا مقام درج کتاب الجهاد مین باب هل یستشفع
الی اهل الذمه الخ اُسکا صدر یون ہی ثنا قبیصة قال حدثنا ابن عیینه عن سلیمان الاحول
عن سعید بن جبیر عن ابن عباس الخ تیسرا مقام درج کتاب الخمس باب اخراج الیهود من
جزیرة العرب ہی اُس کا صدر یون ہی حدثنا محمد قال حدثنا ابن عیینه عن سلیمان بن ابی
مسلم سمع ابن عباس الخ چوتھا مقام درج باب مرض النبی ہی اُسکا صدر یہ ہی حدثنا قتیبة

حدثنا سفیان عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس پانچوین مقام ہی مین
ہی اُسکا صدر یہ ہی حدثنا علی بن عبد الله حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهری عن عبید الله
بن عبد الله بن عتبة عن ابن عباس قال لما حضر الخ چھٹا مقام کتاب المرضی مین باب قول المریض قوموا
عنی ہی اُس کا صدر یون ہے حدثنا ابراهیم بن موسی حدثنا هشام عن معمر ح وحدثنی
عبد الله بن محمد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهری عن عبید الله بن عبد الله عن ابن
عباس قال لما حضر الخ ساتوان مقام کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة مین باب کراهیة الخلاف ہی
اُسکا صدر یہ ہی حدثنا ابراهیم بن موسی اخبرنا هشام عن معمر عن الزهری عن عبید الله بن عبد الله
عن ابن عباس قال لما حضر الخ یہ وہ روایتین ہین جنکو بخاری نے اپنی کتاب مین درج کرکے مطالب بدیہ
پر اس روایت سے احتجاج کیا ہی اس سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اُنکو کہانتک اس روایت اور مضمون روایت پر
وثوق تھا مسلم نے بھی اپنی صحیح مین چند طرق سے اسکا ذکر کیا ہی چنانچہ کتاب الوصایا باب وصیة النبی
مین لکھا ہی ثنا سعید بن منصور وقتیبة بن سعید وابو بکر بن ابی شیبة وعمرو الناقد واللفظ لسعید
قالوا حدثنا سفیان عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس الخ پھر لکھا ہی قال
ابو اسحق ابراهیم حدثنا الحسن بن بشر قال حدثنا سفیان بهذا الحدیث پھر لکھا ہی حدثنا اسحاق بن
ابراهیم قال اخبرنا وکیع عن مالک بن مغول عن طلحة بن مصرف عن سعید بن جبیر عن ابن
عباس انه قال الخ پھر لکھا ہی حدثنی محمد بن رافع وعبد الله بن حمید قال عبد الله اخبرنا وقال ابن
رافع حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهری عن عبید الله بن عبد الله بن عتبة عن
ابن عباس قال لما حضر الخ طبری نے بھی اپنی تاریخ مین اس حدیث کی متعدد اسانید سے روایت کی ہی
چنانچہ ایک کی ابتدا یہ ہی ثنا احمد بن حماد الدولابی قال ثنا سفیان عن سلیمان بن ابی مسلم عن سعید
بن جبیر عن ابن عباس قال یوم الخمیس الخ اور دوسری کی ابتدا یہ ہی ثنا ابو کریب قال ثنا یحیی بن
ادم قال ثنا ابن عیینه عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال یوم الخمیس الخ
اور تیسری کی ابتدا یہ ہی حدثنا ابو کریب وصالح بن سمال قال ثنا وکیع عن مالک بن مغول عن طلحة
بن مصرف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال یوم الخمیس الخ علاوہ انکے اور بھی علمانے اس
حدیث کے مختلف سلسلون سے روایت کی ہی ہمین تو کسی مین مجاہد کا پتہ نہین معلوم ہوتا آپ بیکار

اُسکے ذمہ نافہمی کا الزام لگا رہے ہین اور لفظ غالبًا کچھ مفید نہین جو شخص مناظر بنا چاہتا ہی وہ اٹکل
پر فاتحہ نہین دیتا آپ ان روایتون کو دیکھیے تو معلوم ہو جائے گا کہ روایت کا سلسلہ ایک نہین پھر کیا سب کے سب
سب نا سمجھ تھے اور امکان کو نہ کہیے امکان ہی کہ جسطرح وہ نہ سمجھے ہون اُسیطرح ممکن ہی کہ وہ الٹی سمجھے
ہون اور اسیطرح یہ بھی ممکن ہی کہ ابن عباس نے بہت کچھ باتین جو حضرت عمر کی مضر ہون بیان کی
ہون اور یہ بھول گئے ہون کہین امکان سے یہ بلا آپ کے سر سے ٹل سکتی ہی اور پھر جرأت ملاحظہ
کے قابل ہی کہ آپ حتمی طور سے فرما رہے ہین کہ عبداللہ بن عباس کے الفاظ اسمین نہین بلکہ غالبًا الخ
آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ ابن عباس کے الفاظ اسمین نہین کیا آپنے کانون سے آپکے کچھ اور سنا - بلکہ
انصاف فرمائیے تو روایات کے الفاظ کا اتحاد اس امر پر دال ہی کہ اُنھین کے الفاظ ہین نہین تو تعبیرات
مختلف ہوتے پھر آپ فرماتے ہین کہ بہرحال اس قصہ مین دو بڑے واقعہ عبداللہ بن عباس نے بیان
کیے ہین (الحمدللہ مجاہد کی جان چھوٹی) ایک تو یہ کہ حضور نے قلم دوات مانگی فاروق اعظم (جنھون نے
اطاعت و امر رسول مین تفرقہ کیا) نے یہ کہا کہ بخار مین آپ گھبرا رہے ہین آپکو لکھنے لکھوانے کی
تکلیف کیون دیجائے ہمارے لیے کتاب اللہ بس ہی) یہ گھبرانے کا لفظ میری سمجھ مین نہین آیا کہ یہ کس
لفظ کا ترجمہ ہی قال عمران النبی علیه الوجع کا ترجمہ ہی یا فقالوا ھجر ھجر رسول اللہ کا ترجمہ ہی یا فقالوا
ماله اھجر استفھموہ کا یا فقالوا ماشانہ اھجر استفھموہ کا یا فقال بعضھم ان رسول اللہ
قد غلبه الوجع کا ترجمہ ہی یا فقال عمران النبی قد غلب علیه الوجع کا یہی وہ الفاظ ہین جو روایات
مین مذکور ہین یہ ترجمہ تو ٹھیک نہین صاف الفاظ مین بیان کیجیے کہ لوگ سمجھین تو سہی کہ فاروق اعظم نے
رسالتمآب کے باب مین کیا فرمایا کسی روایت مین ہجر سے تعبیر ہی کسی مین غلب علیه الوجع ہی ایک کا
ترجمہ یہ ہوا کہ ہذیان یا فحش معاذاللہ کہ رہے ہین دوسری کا ترجمہ یہ ہوا کہ درد غالب ہو گیا اس کا
ماحصل بھی یہی ہی کہ اسوقت کی بات انکی قابل سماعت نہین درد کی وجہ سے بے حواس ہین
کیون صاحب یہی ماحصل ہی یا نہ - میرے خیال مین حضرت عمر کی تندی طبیعت دیکھکر یہ بات سمجھ مین
آتی ہی کہ آپنے ہرگز غلبه الوجع نہین فرمایا بلکہ ہجر کھلی ہوئی لفظ فرمائی مگر جیسا عام قاعدہ ہی کہ کوئی
لفظ کسی جلیل القدر کے خلاف اگر ہو تو بلا تشبیہ یا معاذاللہ کہکے تعبیر کرتے ہین یا اُسکے مقام پر
دوسرے الفاظ رکھدیتے ہین جو وہی مطلب کہتے ہین مگر اسائت ادب مین کمی ہو جاتی ہی اسلیے راویان

حدیث کو شرم آئی کہ یہ لفظ ہم کیونکر اپنی زبان سے رسول کی طرف منسوب کرین یہ خیال کے بعض
وہان اس کلمہ کو حکایت غلب علیه الوجع سے کی اور جنھون نے نقل شئے نباشد) کا مفہوم خیال
کیا اُنھون نے صاف الفاظ نقل کر دیے اور ممکن ہی کہ ابن عباس بھی جسوقت اپنے جوش کی حالت مین
رہتے ہون وہ تمام کلمہ جو سنے تھے کہ ڈالتے ہون اور جب خیال کرتے ہونگے کہ کسی طرح یہ لفظ منصب نبوت
کے شایان نہین تو اُسکا ادا دوسرے الفاظ سے کرتے ہون اور بعضون نے نام بھی چھپانا چاہا ہی
اُنھون نے قال بعضھم سے تعبیر کی ہی مگر شارحین اہل تسنن نے حضرت عمر کے نام نامی کی تصریح کر دی ہی
کہ وہی مراد ہین اور بھلا کسکی جرأت ہو سکتی ہی جو ایسی ضروری چیز اور آخری وصیت جسکے واسطے
مستعدی ظاہر کیجاتی ہی کہ مریض کا دل نہ ٹوٹے) اسطرح کشادہ پیشانی سے رد کر دے آپ نے اس حرکت
کو بہ فخر بیان بھی فرماتے تھے اور اپنے فہم و جدت ذہن کی داد چاہتے تھے احمد بن ابی طاہر بغدادی
نے تاریخ بغداد مین ذکر کیا ہی کہ حضرت عمر نے ابن عباس سے ذکر کیا کہ رسالتمآب نے چاہا تھا کہ
مرض الموت مین علی کے خلیفہ کرنیکا ذکر فرمائین مین نے منع کیا اور فتنہ و فساد کا خیال کیا کہ ایسا نہو
امر اسلام پراگندہ ہو جائے رسالتمآب میری نیت سمجھ گئے اور کچھ کہا سنا نہین اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا
وہ ہوا انتھی محصلہ واقعی اس سے بڑھ کے اصابت رائے اور کیا ہو سکتی ہی کہ رسالتمآب کی رائے
مقابل مین لغو ٹھہر جائے یہین سے اُس حدیث کی تصدیق کرنی چاہیے جسکی روایت جامع ترمذی
مین باب المناقب مین کی گئی ہی کہ آپنے فرمایا ہی کہ اگر میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے لیکن یہ ترجیح
حجرات مین ہوگئی یا بسا اوقات ہو جاتی تھی یہ تو اسی بات کو چاہتی ہی کہ آپسے پہلے یہ عہدہ جلیلہ
نبوت سے سرفراز ہوتے مگر خیر جو مشیت خدا) اور ان روایات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہمزہ
استفہام جو ہجر مین بڑھا گیا ہی وہ دراصل نہ تھا بلکہ صرف اُس حسن ظن کی وجہ سے جو حضرات علماے اہلسنت کو حضرت
عمر سے ہی بڑھایا گیا ہی ابن اثیر جزری نے نہایہ مین بیان کیا ہی ومنہ حدیث مرض النبی قالوا ماشانہ
اھجر ای اختلف کلامه بسبب المرض علی سبیل الاستفھام ای ھل تغیر کلامه واختلط لاجل ما به

حدثنا سلمة بن شبیب نا المقری عن حیوة بن شریح عن بکر بن عمرو عن مشرح بن عاھان عن عقبة بن
عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم لو کان نبی بعدی لکان عمر الخطاب ھذا حدیث
حسن غریب لا نعرفه الا من حدیث مشرح بن عاھان ۱۲ جامع ترمذی مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۲۹ ـ

من الموضع وهذا احسن ما يقال فيه ولا يجعل خبراً فيكون من الفحش او الهذيان والقائل كان عمر ولا يظن به ذلك انتهی یعنی اسی معنی مین ہی وہ کلمہ جو قالوا ما شانہ اہجر مین ہے یعنی اُنکا کلام مرض کی جہت سے مختلف ہوگیا گویا بکنے والا پوچھ رہا ہی کہ کیا ایسا ہی اور یہ بہتر معنی ہین بہ نسبت اُن معانی کے جو روایت مین کیے گئے ہین لہذا اس کلام کو استفہامی قرار دینا چاہیے نہ خبر کیونکہ اگر خبر قرار دیجائیگی تو پھر یہ معنی ہوجائینگے کہ رسالتمآب فحش وہذیان کا ارتکاب کر رہے ہین حالانکہ یہ کلمہ عمر نے کہا تھا اور اُنکی جانب ایسا گمان نہین ہوسکتا انتہی دیکھیے تصریح ہی کہ بسبب حسن ظن اسکو استفہام قرار دینا چاہیے نہین تو وہ معنی ہوجائینگے جو کسیطرح حضرت عمر کے مناسب نہین یہ بات تو حسن ظن پر محول ہی جن صاحبونکو حسن ظن اسطرح کا ہو کہ وہ کہین کچھ اور یہ گھٹا بڑھا کے پڑھین کچھ اُنکو مبارک ہو یہ مناظر تھوڑی ہی سنے گا اُسکو آپ کے اعتقاد سے کیا بحث وہ تو اُن الفاظ سے بحث کریگا جو قائل کے مُنھ سے نکلے اور پھر مین نہین خیال کر سکتا کہ ابن اثیر کی واقفیت وعربیت اس توجیہ کے بیان مین کدھر چلی گئی بھلا یہ کیا ہی کہ خبر ہوگی تو فحش وہذیان کے معنی ہو نگے اور استفہام ہوگا تو اختلاف وتغیر کے معنی ہونگے واقفان فن جانتے ہین کہ لفظ کے وہ معنی جو قبل استفہام ہوتے ہین وہی بعد استفہام بھی رہتے ہین صرف معنی استفہام زیادہ ہوجاتے ہین اس بنا پر اگر ہجر کے معنی فحش وہذیان ہونگے تو استفہام انھین معانی سے متعلق ہوگا اور ترجمہ یون ہوگا کہ کیا معاذ اللہ یہ فحش وہذیان کہ رہے ہین ایسی صورت مین استفہام دونو طرفین پوچھنے والیکے نزدیک محتمل ہوتے ہین کم سے کم یہ بات تو ضروری ثابت ہوگئی کہ حضرت عمر رسالتمآب کی بہ نسبت ہذیان وفحش کی تجویز کرتے تھے نہین تو انھین یقیناً معلوم ہوتا کہ یہ ہذیان وفحش نہین پھر کیا پوچھنے کی ضرورت تھی اور لطف یہ ہی کہ کسی روایت مین ان الرجل لیہجر بھی ہی جو جملہ اسمیہ خبریہ اور انّ حرف تحقیق اور لام تاکید کے ساتھ ہی کجا احتمال استفہام اور کجا اس قوت سے کہنا جو جملہ اسمیہ خبریہ اور ان اور لام تاکید کا مفاد ہی **عکبری** شارح دیوان متنبی نے شرح قول متنبی سے

انطق فیک هجرا بعد علمی ۔۔۔ بانک خیر من تحت السماء

مین کہا ہی الهجر القبیح من الکلام والفحش هجر اذا هذی وهو ما یقوله المحموم عند الحمی و منه قول عمر بن الخطاب عند مرض رسول الله ان الرجل لیهجر علی عادة العرب ترجمہ ہجر کلام

قبیح اور فحش کو کہتے ہین اور ہذیان بکنے والے کے حق مین ہجر کہتے ہین اور ہذیان اُس کلام کو کہتے ہین جو بخار مین محموم کہتا ہی اور اسی قبیل سے قول عمر بن خطاب ہی جب رسالتمآب مریض تھے اُنھون نے کہدیا کہ بتحقیق کہ یہ مرد ہمارے اینہ ہذیان بک رہا ہی جیسا عرب کی عادت تھی[1] انتھی متنبی جسکے شعر کی شارح شرح کر رہے ہین وہ اپنی طرف انتساب ہجر منظور نہین کرتا اور حضرت عمر رسالتمآب کی طرف اُسکو بلا خطر منسوب کر رہے ہین اور پھر ادب ملاحظہ ہو کہ رسالتمآب کو ایسے مقام پر رجل سے تعبیر کی پھر آپ فرماتے ہین دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہی کہ حضرت علیؑ اور حضرت عباس کے ماتے مین ملاقات ہوئی اُسوقت حضرت عباس نے کہا یا علی تم حضور انور کی خدمتمین جاؤ اور عرض کرو کہ خلافت کا حکم میرے لیے لکھدین تاکہ بنی ہاشم مین حکومت قائم رہے اور دوسرا کوئی شخص انھین پریشان نکر سکے حضرت علیؑ نے یہ کہا کہ اسکے متعلق مین حضور انور کی خدمتمین کچھ نہ عرض کرون گا مجھے ڈر لگتا ہی کہ حضرت انکی کہین صاف انکار نہ کردین اُسوقت پھر مجھے خلافت سے قطعی ناامید ہوجانا پڑیگا اب تو ایک امید بندھی ہوئی ہی کہ اگر یہ حکم رہیگا تو کبھی نہ کبھی مین ضرور خلیفہ بنجاؤنگا غرض ابن عباس کے قصہ یا روایت مین دو زبردست واقعے بیان کیے گئے ہین اُن مسلمانون پر تعجب آتا ہی جو انھین سے ایک واقعہ کو تسلیم کرتے ہین اور ایک واقعہ سے صریح انکار کرتے ہین یہ بات عقل کے بالکل خلاف ہی مانو تو دونون کو مانو اور نہین دو [illegible] تو دونون سے یہ کہکر انکار کردو کہ نابالغ کی شہادت ایسے معاملات مین تسلیم نہین کیجا سکتی انتھی مرزا صاحب آپکو عوام فریبی بھی نہین آتی یہ فرمائیے کہ کیا یہ قصہ جس سے آپ نے اپنی طبعزاد

---

[1] اگر مقصود عکبری یہ ہی کہ کفار عرب رسالتمآب کیطرف ہجر وہذیان کی نسبت دیا کرتے تھے ماننا حضرت عمر نے بھی یہی نسبت دی تو یہ عادت مسلم لیکن حضرت عمر کس فرقہ عرب مین شامل تھے کہ باوصف دعائے اسلام آئین کفر کے موافق باتین کرتے تھے اور اگر یہ مقصود ہی کہ مومنین عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ ہجر وہذیان کی نسبت رسولؐ کیطرف دیتے تھے تو یہ بالکل کذب صریح ہی اور کبھی مومنین کی عادت نہ تھی مگر غالباً اُسکا مقصود یہ ہوگا کہ جیسا عرب ایک دوسرے کو منسوب ہجر وہذیان کرتے تھے اسی عادت سے اُنھون نے بھی رسالتمآب کیطرف اس امر کی نسبت دی لیکن یہ وجہ بھی بتا رہی ہی کہ حضرت عمر کو آخر زمانہ عمر رسول تک معرفت شان رسول نہوئی وہ رسول کو مثل دیگر افراد ناس کے سمجھے اور جو اوروں کی طرف منسوب کرتے تھے اُسکو اُنھون نے بلا تامل رسولؐ کی طرف منسوب کر دیا خدا نے مانند اور لوگون کے انکا نام لیکر پکارا جانا نہ پسند کیا اور آیہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم الآیۃ نازل فرمایا اور اُنھون نے تجویز ہجر وہذیان رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کی شاید اُس آیہ کا مطلب بھی نہ سمجھے ہون ۱۲

تراش خراش سے خوب ہی محرّف کیلیے اور بخاری کی گھڑی ایجاد پر نہایت ولایتی وارنش کا رنگ دے دیا۔ یہ پہلی
اصلی روایت کے ذیل میں ہی جسمیں ہماری بحث ہی ہرگز نہیں بلکہ یہ روایت اور ہی اور وہ اور ہی اسکا سند

له صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حدیث قرطاس چوتھی اور پانچویں حدیث ہی حدیث قرطاس کے بعد
بخاری نے دس حدیثیں اس باب میں اور رکھی ہیں انکے بعد سولھوین حدیث میں مکالمہ عباس اور جناب امیر المومنین علیہ السلام نقل کیا ہی تعلیقاً
دونوں حدیثوں کے الفاظ بالتمام بجنسہ کو رے مقام پر نقل کیے دیتے ہیں کہ بخوبی واضح ہو جائے کہ ایک قصہ کو دوسرے سے کوئی ربط نہیں
اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ ابن عباس کے قصیہ روایت میں دو زبردست واقعہ بیان کیے گئے ہیں بالکل غلط ہی۔ صحیح بخاری جز ثالث طبع
مصر باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ صفحہ ۵ میں مرقوم ہی۔ حدثنا قتیبة حدثنا سفیان عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر قال قال
ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا ولا
ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اہجر استفہموہ فذہبوا یردون علیہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ واوصاہم بثلث
قال اخرجوا المشرکین من جزیرة العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزہم وسکت عن الثالثة او قال فنسیتہا۔ حدثنا علی بن عبد اللہ حدثنا عبد الرزاق
اخبرنا معمر عن الزہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبة عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی البیت رجال
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہلموا اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال بعضہم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا
کتاب اللہ فاختلف اہل البیت واختصموا فمنہم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ومنہم من یقول غیر ذلک فلما اکثروا اللغو والاختلاف
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوموا قال عبید اللہ فکان یقول ابن عباس ان الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین ان یکتب لہم
ذلک الکتاب لاختلافہم ولغطہم۔ اور اسی جز کے صفحہ ۵ میں بعد ان حدیثوں کے مرقوم ہی حدثنی اسحق اخبرنا بشر بن شعیب بن ابی حمزة حدثنی ابی عن الزہری
قال اخبرنی عبد اللہ بن کعب بن مالک الانصاری وکان کعب بن مالک احد الثلثة الذین تیب علیہم ان عبد اللہ بن عباس اخبرہ ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
خرج من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وجعہ الذی توفی فیہ فقال الناس یا ابا الحسن کیف اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اصبح بحمد اللہ بارئا
فاخذ بیدہ عباس بن عبد المطلب فقال لہ انت واللہ بعد ثلث عبد العصا وانی واللہ لاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوف یتوفی من وجعہ
ہذا انی لاعرف وجوہ بنی عبد المطلب عند الموت اذہب بنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلنسألہ فیمن ہذا الامر ان کان فینا علمنا ذلک وان کان فی
غیرنا علمناہ فاوصی بنا فقال علی انا واللہ لئن سألناہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنعناہا لا یعطیناہا الناس بعدہ وانی واللہ لا اسألہا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم۔ علاوہ اسکے قصہ قرطاس پنجشنبہ کے دن کا واقعہ ہی جیسا کہ یوم الخمیس وما یوم الخمیس سے ظاہر ہی اور واقعہ مکالمہ عباس و امیر المومنین بفرض وقوع دوشنبہ کے دن کا ہی یعنی
جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا چنانچہ ابن حجر فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں وذکر ابن اسحق عن الزہری ان ذلک کان یوم قبض النبی
پس جب یہ دونوں واقعے علیحدہ علیحدہ دو دنوں میں ایک کے بعد دوسرے کے وقوع میں آئے [illegible] تو ہم ایک قصہ کو دوسرے سے [illegible] ظاہر کرنا

علیحدہ اسکی سند علیحدہ اسکا متن جداگانہ اُسکا متن جداگانہ یہ سات جگہ منقول ہی وہ صرف ایک جگہ
اُسکا واقعہ الگ اسکا واقعہ الگ وہ بھی اگر مفروض الوقوع ہو یہ وہ واقعہ ہی جسپر ابن عباس رویا کرتے تھے
اور وہ وہ واقعہ ہی جسپر رونا در کنار اُسکا ابن عباس سے مروی ہونا ہی ثابت نہیں اُسکی روایت
بخاری نے لکھی ہی مگر نہ معلوم آپ بخاری کو شیعہ سمجھتے ہیں یا سنی شیعہ سمجھتے ہوں تو آپ کی
غلط فہمی ہی اور سنی سمجھتے ہوں تو بڑے حیرت کی بات ہی کہ آپ اپنے مسلمات سے اور اپنے رجال کی
روایتوں سے ہم پر احتجاج کرتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ اُنکو بھی اُنکی حالت سے نقل نہیں کرتے بلکہ
حسب دلخواہ اُنکے مضمون بیان کرتے ہیں تحریف فی التحریف کے مرتکب ہوتے ہیں اور آپ کی
عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ اہل تسنن کی روایت شیعوں پر حجت نہیں ہو سکتی ہم تو آپ ہی کے
یہاں کی روایت سے آپ ہی کے یہاں کی کتاب آپ ہی کے یہاں کے رجال سے آپ کو
ملزم قرار دیتے ہیں اور آپ اپنی گڑھی ہوئی روایت سے ہم پر الزام لگانا چاہتے ہیں تعجب
اُن مسلمانوں سے نہ کیجیے جو ایک کے منکر دوسرے کے مقر ہیں بلکہ آپ اپنی عالی دماغی
سے تعجب کیجیے جسمیں بے سوادی کا سرمہ بھرا ہوا ہی قصور معاف غالباً ایسا معلوم ہوتا ہی
کہ آپ کو پہلے ہی مرتبہ مناظرہ کا اتفاق ہوا ہی جبھی آپکو قواعد مناظرہ سے اطلاع نہیں ہم اپنا
حق اُستادی آپ پر قائم کیے دیتے ہیں اور بتائے دیتے ہیں کہ خصم کو اُسکے مسلمات سے
الزام دیتے ہیں نہ اپنے مسلمات سے خیر اب یہ بتائیے کہ بر فرض تسلیم روایت آپ اس گڑھی گئی
پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں میرا خیال ہی کہ آپ اس مضمون پر ضرور ایمان لائے ہونگے اچھا
اب یہ فرمائیے کہ رسالتمآب انکی خواہش کے موافق خلافت کا عہدہ انھیں کے نام کرتے
اور دوسروں کی نفی کر دیتے یا بالکل انکو خلافت سے بے بہرہ کر دیتے یا چوتھے مرتبہ پر خلافت
کی اجازت دیتے اگر امیر المومنین کو یہی خیال تھا کہ بالکل انکار کر دینگے اور آپکا یقین بھی یہی ہی
تو انکو چوتھے مرتبہ پر بھی تسلیم نہ کیجیے اور تثلیث کے قائل ہو جائیے اور اگر پہلی اور تیسری
شقیں تھیں تو ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی یہ بھی ایک تلمیح ہی جو اس روایت میں ہی دوسری
وہ بات جس سے آثار وضع نمایاں ہیں یہ ہی کہ جس شخص کو خلافت کی طمع ہو اور اُس کا یہ
مکنون ہو کہ اسکو گھر میں رہنے دینا چاہیے وہ اس بات کو منہ سے نکالے گا کیونکہ اس سے تو

اُنھین لوگون کی نگاہ مین جنپر حکومت کرنی منظور ہی ذلیل ہوناہی تیسرا امر یہ ہی کہ عباس نے
اگر واقعی بنی ہاشم ہی کے لیے یہ امر کہا تھا تو یہ کلمہ جواب مخفی رہنے کے قابل تھا یا اس قابل
کہ مشتہر کیا جائے جس سے بنی ہاشم کی سخت توہین تھی چہارم اگر ایسا ہوتا تو لوگ ہیغتہ
امیر المومنین علیہ السلام پر جہان جہان اپنا استحقاق ظاہر فرمایا ہی ضرور اُنکی اس نیت سے
تعرض کر کے آپ کو مجوج کیا کرتے حالانکہ ایسا نہین ہوا پنجم جب خلافت منجانب اللہ
والرسول نہین تو امیر المومنین علیہ السلام کو سوال مین ڈر کیون لگا اور رسالتمآبؐ اپنے خلاف
منصب کیا حکم دے سکتے تھے روایت تسلیم کیجیے اور اپنے پاؤن پر کلھاڑی مار لیے اور
امیر المومنینؑ کی خلافت ربانی پر تو ذرّہ برابر بھی حرف نہین آتا کیونکہ جب ربانی خلافت
ہوگی تو ضرور رسول ہی کے واسطہ سے ہوگی اس واقعہ مین بالفرض اگر عباس نے کچھ کہا ہوگا
تو اُسکا منشا صرف یہ ہوگا کہ چونکہ اصحاب مین مخالفت بنی ہاشم کا جوش پھیلا ہوا ہی اور طرح
طرح کی مخالفتین کیجاتی ہین اور زمان وفات رسولؐ قریب ہی لہذا دیکھے اور سنے ہوے
واقعات غدیر خم اور نصوص کی تجدید کی درخواست کرنی چاہیے لیکن امیر المومنینؑ نے
انکار اس منشا سے فرمادیا ہوگا کہ جو حکم خدا کا اپنے رسولؐ کو ہوگا وہ خود عمل مین لائینگے ہمکو
نصوص سابقہ کو غیر کافی ظاہر کرنا اور خلافت کی بابت اپنی طرف سے کوئی سوال کرنا
بالکل بے محل اور خلاف ادب ہی خصوصًا ایسی حالت مین کہ ہماری ارجحیت و افضلیت
وقابلیت خلافت ہر طرح مسلّم ہی اور کسی کو اُسمین جائے کلام نہین (چنانچہ تائید اس کی
اس امر سے ہوتی ہی کہ ابن حجر عسقلانی اور عینی نے خود اسی روایت بخاری کی شرح
مین ایک روایت نقل کی ہی جسمین یہ الفاظ ہین فقال علیؑ وھل یطمع فی ھذا الامر غیرنا
قال اظن واللہ سیکون) اور جو مخالف ہین وہ تو ہمیشہ مخالف ہی رہینگے اُنکا تمرد
تخلف جیش اسامہ و واقعہ قرطاس سے ظاہر ہو چکا ہی اُنکی مخالفت سے کیا پرواہ ہی کیون
مرزا صاحب آپ کو عرض نکرنے کا منشا بفرض وقوع واقعہ معلوم ہوگیا یا نہین ششم
یہ امر ہی کہ ایسے شخص کو جو طمع خلافت یون رکھتا ہو اُسکو تو چاہیے کہ وہ خلافت کی فکر مین
رہتا وہ سقیفہ بنی ساعدہ مین سب سے پہلے پہونچتا رسالتمآب نے انتقال فرمایا تھا تو مراد آگئی

ہوتی وہ بھی اپنی تمناؤن کو لیکر آموجود ہوتے یا جب حضرت عمر نے مرنے کے بعد محفل شوریٰ کا
حکم دیا اور اُس مین اصحاب شوری مین سے ایک نے دوسرے کو اپنے حقوق ہبہ کیے تھے
اور صرف حضرت عثمان اور امیر المومنینؑ رہگئے تھے تو جب عبد الرحمن بن عوف نے
بڑھکر حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ مین سنت رسول و سنت شیخین پر آپسے بیعت کرتا ہون
آپنے سنت شیخین کی تبعیت سے انکار کیا اور حضرت عثمان نے تبعیت سنت شیخین پر
بیعت کر لی دیکھیے شرح ابن ابی الحدید کہ اُسنے کس تصریح سے شیخ ابو عثمان جاحظ کی روایت
سے اسکو تحریر کیا ہی کیا جسکو خلافت کے امر کو مُکم مین رکھنا اس لیے منظور ہو کہ وہ خلیفہ
بن بیٹھے اُسکی یہی شان ہوتی ہی طامع کی شان تو یہ ہوتی ہی کہ سنت شیخین کیا اگر آپ کی
سنت بھی ہوتی تو اُسکی تبعیت بھی منظور کر لیتا ہفتم یہ امر ہی کہ حضرت علیؑ کو جو یہ خیال تھا
کہ کبھی نہ کبھی مین ضرور خلیفہ بن جاؤنگا یہ خیال اُنھین کیون تھا کیا کوئی وجہ استحقاق
اُنمین موجود تھی یا نہین درآنحالیکہ اُنکے پاس کوئی وجہ استحقاق نہ تھی تو کیونکر کسی
عاقل کے ذہن مین یہ بات آسکتی ہی کہ ضرور میرے لیئے وہ ہونا ہی جسکا مین مستحق نہین ہون
آپ نہ خیال فرمائین کہ آئندہ ہندوستان کی بادشاہت ضرور میرے پاینام ہوگی اور
اگر وجہ استحقاق موجود تھی تو بالکل رسالتمآبؐ سے پوچھنے مین انکار کا خوف نہ تھا کیونکہ
خدا اور اُسکا رسول کبھی کسی کے حق کو ضائع نہونے دیتے تھے پس ان سب باتون کا جواب
آپ یہی دیجیے کہ گو تھی تو مگر ہم سے بنی نہین آئندہ پھر سمجھ کے گزرینگے

ایک بدیع استدلال

دنیا کے تمام وہ لوگ اہلسنت مین سے جن کے دماغ مین علمی نشوونما ہی اُنسے مین مخاطب
ہوکر بہت ادب سے گذارش کرتا ہون کہ مرزا حیرت صاحب کے فہم کا اندازہ وہ اس
استدلال سے فرمائین جسکو کبھی کسی ذی علم نے نہ لکھا ہوگا بلکہ شاید اُسکو تصور بھی نہوا ہوگا
آپ علی مرتضیٰؑ کے مستحق خلافت نہونے کی وجہ مین تحریر فرماتے ہین (حضور انور نے جب
زکوٰۃ جیسی چیز کو اپنے کنبہ کے لیے ناجائز قرار دیدیا تھا تو وہ کس طرح خیال کر سکتے تھے کہ ایک
داماد یا چچازاد بھائی کو جانشین ہو سکتا ہی) بس استدلال تمام ہوگیا مین پر ستدلال کا کیا جواب دون

مفت کی شرمندگی پائی تلاش آب مین | جسکو دریا جانتے تھے وہ سراب دشت تھا

کیون جناب زکوۃ اور خلافت کا مرتبہ آپ کے نزدیک برابر ہی رسالتمآبؐ کی بادشاہت دینی
آپ حملہ کیجیے اور فرمایئے کہ جب اُنپر خود زکوۃ حرام تھی تو بادشاہت و ریاست عامہ کے
کیونکر مستحق ہوسکتے تھے زکوۃ کوئی عمدہ چیز نہین آپ اس کلمہ کو یاد رکھیئے کہ جن چیزون مین
رسول اور اُنکے اہلبیت کا حصہ نہین وہ بدتر چیزین ہین زکوۃ کو تو اوساخ الناس یعنی
لوگون کے جسم کی چرک سے تعبیر کی ہی تو کیا وجہ تھی کہ چرک اجسام ناس طیبین و طاہرین تک
پہونچتی آپ کے لیے چونکہ وہ شریعت مین جائز قرار دی گئی ہی لہذا آپ اُسکو نعمت عظمیٰ سمجھکر
فرماتے ہین کہ زکوۃ جیسی چیز لیکن ہم کہتے ہین کہ اُسمین یہ قابلیت نہین کہ حصۂ اہلبیت مین واقع ہو
اُنکا حصہ اُسی مین قرار دیا گیا جسمین خدانے اپنا حصہ اور اپنے رسول کا حصہ قرار دیا ہی دیکھیے
پارہ دہم واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ الآیۃ خمس
عمدہ شی تھی جس مین خدانے اپنا حصہ معین فرمایا اور اپنے رسول اور اُسکے صاحبان قرابت کا بھی
تو جانشینی تو اُسی کے لیئے زیبا ہی جو حرمت صدقہ و زکوۃ مین مانند رسول ہو اور اُسی کے لیے
سرداری امت بھی زیب ہی نہ اُس شخص کے لیئے جسکی غذا چرک ناس سے ہو اسوجہ سے تو
امیر المومنینؑ کو خلافت کا خیال مع استحقاق ضرور ہونا چاہیے بلکہ ہرگز عقل سلیم تسلیم نہین
کرتی کہ وہ شخص جسپر وہ مال جو اوساخ و چرک مردم سے تعبیر کیا جاتا ہی حرام ہو وہ اُنھین
لوگون کا زیردست کیونکر ہوسکتا ہی جنکے لیئے خدانے یہی اوساخ تجویز فرمایے ہون یہ کیسا
استدلال تھا جو اُلٹ گیا آپ یہ بھی بیان فرماتے ہین کہ حضور انور نے کبھی کوئی ایسی بات
قائم نہین کی جس سے ایک بدوی یا حجازی عرب مین کوئی تمیز ہوسکے آپنے سبکو بھائی
بنا دیا تھا مین کہتا ہون کہ ایک تفرقہ تو تحریم صدقہ ہی کا تھا جو مذکور ہوا اور سیکڑون تفرقہ
ہین جنکے بیان سے طول ہوگا رسالتمآبؐ کی عدالت کا تو کوئی انکار نہین کرتا لیکن اگر مرزا
صاحب کا یہ مطلوب ہو کہ آپکی ذریت کا مقابلہ کرکے اورون سے برابری ثابت کرین تو یہ
بحیریت ہی یہ درحقیقت ظلم ہی عدالت نہین کیونکہ خدانے اُنکو مقدم کیا تھا رسول کیونکر اُسکا
اتباع نہ فرماتے اور کسطرح اس تقدیم کو ظاہر نہ فرماتے برادری مسلمین مین قائم کی مگر اپنا برادر علیؑ

کے سوا کسیکو قرار نہین دیا فی المشکوۃ عن ابن عمر قال آخیٰ رسول اللہؐ بین اصحابہ فجاء
علی تدمع عیناہ فقال یا رسول اللہ اٰخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی وبین احد فقال
رسول اللہؐ انت اخی فی الدنیا والآخرۃ مشکوۃ مین ابن عمر سے روایت کی ہی کہ جب جناب رسالتمآبؐ
نے اپنے اصحاب کے مابین برادری و مواخاۃ قائم کی تو حضرت علی علیہ السلام آئے در آنحالیکہ آپکے
آنسو بہ رہے تھے کہا کہ اے رسول خدا آپنے اپنے اصحاب کے مابین برادری قائم کی اور میرا
کوئی برادر نہین مقرر کیا فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو دنیا و آخرت مین ترمذی نے بھی اسکی روایت
کی ہی مسند احمد مین بھی ہی اور عبد اللہ بن احمد نے زیادات مسند مین روایت کی ہی کہ ملک مین
رسالتمآبؐ نے اپنے اصحاب مین مواخاۃ قائم کی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو آپس مین برادر
قرار دیا اور علیؑ سے فرمایا کہ تمھارا بھائی مین ہون۔ فرمایئے کسکو کسکا مثل قرار دیا افسوس تو
یہی ہی کہ گو ہم آپ کو آپ ہی کے کتب کے حوالہ دین مگر آپ کہین اقرار کرنیوالون مین سے ہین
اسقدر تعصب نے آپ کی آنکھون کو بند کردیا کہ خود اپنی ہی حالت سے آپ سبق لے سکتے ہین کہ
بیشتر آپ خود معترف ہوئے کہ صدقہ اہلبیت پر حرام ہوا مگر آپ ہرگز نہ سمجھے کہ یہ فضیلت ہی
یا نقص ہی سچ ہی حب الشیٔ یعمی ویصم اُس بیان سے دوسرے واقعہ کی بنیاد بھی ہم دکھا چکے
مرزا صاحب کہتے ہین کہ ہم دونون باتون کو مانتے ہین (یعنے حضرت علیؑ کے واقعہ ندکو بہ کو بھی
اور نیز عمر کے مانع آنے کو بھی اور رسالتمآبؐ کی طرف ہذیان کی نسبت دینے کو بھی کیونکہ ابن عباس
کی روایت مین یہ باتین موجود ہین) خدا کا شکر کہ آپنے اس واقعہ کا اعتراف فرمایا اور نابالغ
بچہ کی شہادت مقبول ہوگئی یہی تو تیرہ برس کا غل تھا جس سے آپ بھی ہم آہنگ ہوگئے مگر بعد
خرابی بصرہ کاش پہلے ہی سے تسلیم کرلیتے تو کاہکو اتنی بک بک ہوتی

گہری تحقیق کی ابتدا

اب مرزا صاحب اُس منشا کو بتلاتے ہین جسکے لیۓ رسالتمآبؐ نے قلم دوات طلب کیا تھا ملخص
اُسکا یہ ہی کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ شام مین ہجرت کرکے گئین تھین اور رحلت کے بارہ دن پہلے
وہ بھی عیادت کے لیئے حاضر ہوئین اور اصحاب کا جم غفیر مجمع بھی تھا اُسوقت ام سلمہ اور ام حبیبہ

آپس مین یہ ذکر کرنے لگین کہ شام مین جیسا مریم کا گرجا ہمنے خوبصورت دیکھا ایسی کوئی خوبصورت
عمارت ہمنے نہین دیکھی اُسکی دیوار و نپر ایسی عجیب و غریب تصویرین بنی ہوئی تھین
کہ گویا وہ منہ سے بول اُٹھینگی ہمنے ایسی تصویرین اپنی عمر مین نہین دیکھین یہ سنتے ہی
حضور انور کو اپنے کرب و پریشانی کی حالت مین سخت غصہ آیا آپنے بڑے جوش سے
یہ فرمایا کہ یہ اُنھین لوگون کا ذکر ہی کہ جب اُنکا کوئی بڑا آدمی مرجاتا ہی تو اُسکی قبر کو پرستش گاہ
بنا لیتے ہین اور اُسکی قبر کی تصویر دن سے آرائش کرتے ہین یہ لوگ خدا کی نظر مین خوار
ہین یہ ارشاد کرکے حضور انور نے اپنے منھ پر چادر ڈھانک لی مگر ام سلمہ اور ام حبیبہ کو بہت
طیش انگیز نظرون سے دیکھتے رہے انتھی) مرزا صاحب نے واقدی صفحہ ۱۴۹ کا حوالہ بھی
دیا ہی اگر اُنھون نے عبارت اور بابا ور مطبع کا نام بھی لکھدیا ہوتا تو مناسب تھا ہمین
تو واقدی کتاب المغازی مین حدیث وفات رسول خدا مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۳۴۴ مین یہ عبارت
ملی ہی وخرج الغد وھو الیوم العاشر الذی مات فیہ فصلی بالناس صلوٰۃ الغداۃ
ویری المومنین انہ قد بری ففرحوا فرحا شدیدا ثم جلس فی مصلاہ یحدثھم ویقول
لعن الله قوما اتخذوا قبورھم مساجد یعنی الیھود والنصاری وحدثھم حتی اضحی ثم
قام الی بیتہ فلم یتفرق الناس مجلسھم حتی سمعوا صیاح النساء وھن یقلن الماء الماء
یرین انہ غشی علیہ وابتدر المسلمون الباب فسبقھم العباس فدخل واغلق الباب
دونھم فلم یلبث ان خرج الی الناس فنعی رسول الله صلی الله علیہ والہ وسلم
یعنی آپ صبح کو برآمد ہوئے اور یہ وہی دسوان دن تھا جو روز وفات تھا آپنے لوگون کو
نماز صبح پڑھائی حالانکہ لوگون کا یہ خیال تھا کہ اب آپ کو صحت ہو گئی اور بہت خوش و مسرور
تھے پھر آپ اپنے مصلے پر بیٹھے ہوئے لوگون سے باتین کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ خدا لعنت
کرے اُن قومون پر جنھون نے اپنی قبرون کو مسجد بنا لیا ہی اور آپ کی مراد یہود و نصاریٰ
تھی اور یونہین اُنسے باتین کرتے رہے یہانتک کہ دن چڑھ گیا پھر آپ گھر کو تشریف لے گئے
ابھی لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر اُٹھے نہ تھے کہ عورتون کے چیخنے کی آوازین آئین اور وہ پانی
پانی کہہ رہی تھین وہ ایسا خیال کر رہی تھین کہ رسالتمآب کو غش آگیا ہی لوگ دوڑ کر دروازہ

پھونچے عباس نے گھر کے اندر جاکے دروازہ بند کر لیا اور ویسے ہی اگر رسالتمآب کی خبر مرگ
سنائی انتھی محصل ترجمہ اس عبارت مین اتنا ضرور ہی کہ آپنے اُن لوگون کو جو اپنی قبرون کو
مساجد بنا لیتے ہین لعنت سے یاد فرمایا یعنی یہود و نصاریٰ کو لیکن مرزا صاحب نے خدا معلوم
کہان سے اس پھانس کو بانس سمجھ لیا اور اُسمین ایجادین فرمائین مرزا صاحب کو اُس عبارت
کو دکھانا چاہیے تھا کہ کہان واقدی نے کیا لکھا کیونکہ آپ کے چند نمونہ ہم دیکھ چکے ہین جس سے
صحت نقل پر اعتماد نہین باقی رہا اور نہ صحت ترجمہ کا ہمین یقین آتا ہی اب ہم ناظرین پر اسکی
بنوٹ ثابت کرتے ہین اور عقلی استدلال اسکی لغویت پر پیش کرتے ہین پہلے ام حبیبہ اور
ام سلمہ کا شام مین ہجرت کرکے جانا ثابت فرمائیے دوم مریم کے گرجے مین ایسی تصویرون کے
ہونیکا تاریخی ثبوت مرحمت فرمائیے سوم ام حبیبہ اور ام سلمہ کا گرجے مین سیر کے لیے جانا ثابت کیجئے
چہارم عیادت کے وقت اور پھر اُسوقت جب جم غفیر اصحاب کا بھی موجود تھا ایسی باتون کا
کیا موقع تھا پنجم اگر اُنھون نے اُسکی حسن عمارت کا ذکر کیا اور مصورون کی صنعت کی تعریف
کی جو تصویرون کی شناخت مین اُنھون نے دکھائین تھین تو آپ قرآن و حدیث و عقل سے
اسکا قبح ثابت فرمائیے کیا اگر کوئی چیز کسی کو اچھی معلوم ہو یا واقع مین وہ اچھی ہو تو اُسکی
ثنا و صفت کرنا حرام ہی یا اگر تصویر بنانا حرام ہی تو تصویر کی تعریف کرنی بھی حرام ہی خدا نے
ارم ذات العماد کو لم یخلق مثلھا فی البلاد سے یاد فرمایا ہی رسالتمآب اس آیت کو سنکر خفا نہین
ہوئے آخر ان دونون نے بفرض مذکور جو عمدگی عمارت اور حسن تصویر کا ذکر کیا تو اس مین
کونسا گناہ تھا جو رسالتمآب بگڑ گئے عقل کی خلقت انسان مین بیکار تو ہوئی نہین یہ بھی تو
ایک اعلیٰ درجہ کا معیار ہی بھلا کوئی بافہم آدمی کا ہیکو مانے گا کہ رسالتمآب کو ایک ایسے امر پر
غصہ آیا جو غصہ کے قابل نہ تھا واقدی کیا اگر ہزار مورخ لکھین کہ رسالتمآب سے کوئی بیجا بات
ہوئی تو عقل اُنھین رسول مان لینے کے بعد ہرگز اُسے تجویز نہ کرے گی اور پھر آپ نے یہ کہا
کہ یہ اُن لوگون کا ذکر ہی کہ جب اُنکا کوئی بڑا آدمی الخ آپ ہی انصافا فرمائیے اس کلام کو
کیا ربط ہی وہ یہود و نصاریٰ کو کہہ رہی تھین یا حسن عمارت کا ذکر کر رہی تھین اور پھر اسکے بعد یہ لکھنا کس قدر ظرافت
ہی کہ آپنے یہ ارشاد کرکے منھ پر چادر ڈھک لی اور ام سلمہ اور ام حبیبہ کو بہت طیش انگیز نظر سے دیکھتے رہے

اُسپر چادر ڈھکنے کے بعد طیش انگیز نظر نہ معلوم کیونکر دیکھی گئی اور پھر نہ سمجھ مین آیا کہ اُن دونون
بیماریون کی کیا خطا تھی صرف حُسن عمارت وحسن تصاویر کا ذکر کیا تھا جسمین عقلی و شرعی
کوئی فساد نہین معلوم ہوتا پھر اس طیش انگیز نظر کا استحقاق نہ معلوم کیون ہوا وہ تصویر
جسے جناب رسالتمآب پاس جبرئیل مین لائے تھے وہ آپکے نزدیک اچھی تھی یا بری لامحالہ
ضرور کہیے گا کہ اچھی تھی جبھی تو وہ آسمان سے رسالتمآب کے لیے نازل ہوئی اس صورتمین
آپ کے لیے کونسا اثم وگناہ ہوگا یہ تصویر حضرت عائشہ کی تھی جو بروایت مشکوۃ وجامع ترمذی
وغیرہ رسالتمآب پاس آئی تھی اُس حدیث کی عبارت یہ ہی حدثنا عبد بن حمید نا عبد
الرزاق عن عبداللہ بن عمرو بن علقمة المکی عن ابن ابی حسین عن ابن ابی ملیکة
عن عائشة ان جبرئیل جاء بصورتها فی خرقة حریر خضراء الی النبی صلی اللہ علیہ
والہ وسلم سلسلۂ مذکورہ سے حضرت عائشہ سے روایت کی ہی کہ اُنھون نے ارشاد کیا کہ جبرئیل
اُنکی تصویر کو جو پارۂ حریر سبز پر تھی رسالتمآب کے پاس لائے اور اُنسے کہا کہ یہ تمھاری زوجہ دنیا وآخرت مین
ہین یہان عورتین ناقص العقل ہوتی ہین عجب نہین کہ ان دونون نے سوت ہونیکے سبب سے
اس تصویر کی نہین بلکہ اور تصویرون کی تعریف کرنی شروع کی ہو بہرحال ناظرین انصاف پسند
حکم کرسکتے ہین کہ کہانتک مرزا صاحب کو بات بنانے کا سلیقہ ہی اسکے بعد مرزا صاحب کا بیان
کہ آپنی عورتون کو اُٹھ جانے کا حکم دیا حکم ہوتے ہی عورتین دوسرے حجرے مین چلی گئین چلے جانے کے
بعد حضرت علیؑ حضرت عباسؓ حضرت عمر اور بہت جلیل القدر صحابہ حاضر ہوئے) سابق مین
مرزا صاحب فرماچکے ہین کہ جب آخری نظارہ کے لیے مسلمانون کا جم غفیر حاضر ہوا تھا اور بی بی
کے ساتھ وہ دونون بیبیان سابق الذکر بھی آئی تھین یہان سے یہ معلوم ہوا کہ جب وہ بیبیان
چلی گئین تب صحابہ آئے نہ معلوم کیا گھبراہٹ ہی کہ آپکو اپنی بات نہین یاد رہتی حضرت علیؑ
آنے کو جب آپ اس روایت کو تحریر فرمائینگے جسمین بمعیت حضرت عمر تحریر ہی اُسوقت
اسکے متعلق گفتگو کرینگے یون تو جو کچھ آپکے دلمین آتا ہی غلط یا صحیح وہ تو آپ لکھ ڈالتے ہین پھر
سب باتون کو تو آپ کے وہی مقلد تسلیم کرینگے جو آپکو صادق اللہجہ تسلیم کرتے ہین آپنے حضرت
کا نام نہین لیا غالباً اُنکو آخری نظارہ کے لیے اپنے انتظام کی جہت سے آنیکی فرصت نہین

ناظرین پر واضح رہے کہ جو کچھ مرزا صاحب لکھ رہے ہین یہ اُنکا خیال خام ہی نہ یہان کسی تاریخ
کا حوالہ ہی نہ کسی حدیث کا پتہ ہی آپ تحریر کرتے ہین کہ آپ چونکہ تصویرون کی تعریف پر برانگیختہ
تھے صحابہ کی صورت دیکھتے ہی ارشاد کیا کہ دوات وقلم لاؤ تاکہ مین تمھین کچھ لکھوا دون کہ میرے
بعد تم گمراہ نہو جاؤ اس پر صحابہ مین گفتگو شروع ہوئی بعض کی رائے یہ تھی کہ دوات وقلم کاغذ
لے آنا چاہیے حضرت علیؑ اور حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ آپ ام حبیبہ اور ام سلمہ کی تصویرونکی
تعریف سے ناراض ہوئے ہین ادھر تو آپ کو مرض کی زیادہ شدت ہی اُدھر آپ کو اس
تقریر سے زیادہ غصہ آیا جب قرآن مجید مین شرک اور کفر کی بنیاد اُکھیڑ کے پھینک دی گئی ہی
تو قرآن مجید ہمارے لیے کافی ہی مرض مین آپ کیون تکلیف گوارا فرمایئے رسالتمآب یہ سنکر
خاموش ہوگئے مین کہتا ہون کہ اگر یہی ہوتا تو ابن عباس کی ایسی بات پر رونے کی کیا وجہ تھی
مگر نہین آپ کو تو دل سے گڑھنے کی عادت ہی آپ حضرت علیؑ کو عمر کا ساتھی اپنی طرف سے
بناتے ہین نہ حدیثون مین پتہ نہ تاریخون مین نشان یہ خواب ہی یا الہام ہی بخاری اور مسلم کی [illegible]
کی ہوئی حدیثین اوپر بیان ہوئین اور جسنے جسنے اس روایت کو تحریر کیا ہی آپنے ہی بیان
کی روایتون کو دیکھکر پتہ دیجیے کہ حضرت علیؑ نے بھی حضرت عمر کا ساتھ دیا ہماری روایتون سے
تو آپ کیا ثابت کرسکتے ہین آپ کچھ نہین یہی ثابت کردیجیے کہ حضرت علی بھی اُسوقت موجود
تھے مگر آپنے ہی قول سے نہین روایات سے۔ اور پھر اُس تیرہ سو برس کے عمل مین بھی یہ
آواز آپنے نہین سنی وہان تو حضرت عمر ہی کے متعلق اس نام آوری کا آوازہ سنائی دیتا ہی
اور پھر قرآن اس صورتمین کیونکر کافی ہو سکتا ہی درانحالیکہ قرآن مین کہین تصویرونکی تعریف
کرنے سے ممانعت نہین وارد ہوئی اور اُسکا قائل مشرک ہونا تو جب مفید ہوتا جب نزاع کسی
کلمہ شرک مین ہوتی تعریف صنعت تصویر مین کسی قسم کا شرک نہین اور جو مثال ہم سابق
مین پیش کرچکے اُس سے آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ اگر ایسا ہوتا تو جبرئیل کاہیکو ایسی چیز لاتے
اور نیز آپکے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ادھر عورتین اُٹھ کے دوسرے حجرے مین گئین اُدھر اصحاب
آئے یہ سب قصہ حضرت عمر کو گھر مین آتے ہی کیونکر معلوم ہوگیا کیا رسالتمآب ہی نے بیان کردیا تھا
یا اُنپر الہام ہوا تھا یا یہ بھی عادت تھی کہ گھر کی باتین پوشیدہ ہوکے سنا کرتے تھے اگر رسالتمآب

صلعم ہی نے بیان کر دیا تھا تو اولاً اس کا ثبوت درکار ہی ثانیاً آپ خود ہی مقر ہین کہ صحابہ
کی صورت دیکھتے ہی کاغذ و قلم و دوات طلب کی اور اُنھون نے سوال کے بعد بلا فاصلہ
جواب مذکور دیا تا الثانیہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ کاغذ لاؤ تو کچھ لکھوا دون اس گول گول رکھنے
سے کیا مطلب کہدیتے کہ تصویرون کی تعریف نہ کرنا یہی لکھواؤنگا اور اتبو ممانعت سخت لغویت
تھی کیونکہ اتبک نہ رسالتمآب نے تصویر کی تعریف کرنے سے منع فرمایا تھا نہ قرآن نے نہی کی تھی اگر
لکھوا دیتے تو آج ہم بھی کسی تصویر کو بھولے سے بھی اچھا نہ کہتے نہ کسی عمارت کی تعریف کرتے
ہزار مہیار خورنق سے بہتر قصر بناتا جب بھی ہم کہے جاتے کہ بالکل لغو آسمان سے نہین عرش سے
بھی کوئی تصویر آتی تو ہم اُسے باطل کہتے آخر یہ نیا حکم ضروری تھا یا نہین پھر کیون حضرت عمر
منع کیا اب تسلیم کر لیجیے کہ بُرا کیا جو بات بگڑ چکی اُسے آپ اور ہم دونون نہین بنا سکتے و لن
یصلح العطار ما افسده الدهر پھر آپ فرماتے ہین کہ اصحابہ مین گفتگو ہوتی رہی جو
آپ مین ایسی حالت نہ تھی کہ آپ شور و شغب کو برداشت کرتے لہذا آپنے حکم دیا کہ میرے پاس
سب چلے جائین چنانچہ سب صحابہ اُٹھ کے چلے آئے) ان غل مچانے والون مین دو جماعتین
تھین ایک وہ تھی جو نبی کے حکم کا امتثال کرنا چاہتی تھی اور دوسرے وہ لوگ تھے جو باطل
حضرت عمر امتثال حکم نبی سے منع کر رہے تھے اور یہ خطاب قوموا عنی دیکھے جاؤ میرے پاس
در اصل اُنکے اور اُسکے تابعین کی طرف متوجہ تھا کیونکہ روایت مین بھی ہی فلما اکثروا اللغط
والاختلاف عند النبی قال قوموا عنی جب اُنھون نے کثرت سے اختلاف کیا تو فرمایا
جاؤ میرے پاس سے اور یہ معلوم ہی کہ غصہ آپکو اختلاف ہی کی جہت سے آیا اور باعث خلاف
حضرت عمر ہی تھی اور بھلا کون رسول سے مخالفت کر سکتا تھا ملا یعقوب لاہوری نے خیر جاری
شرح صحیح بخاری مین یون تحریر فرمایا ہی لاشک فی ان رسول اللہ رای المصلحۃ فی
الکتاب بدلیل قوله لن تضلوا بعدی ولاشک ایضا ان عمر نہی الاصحاب عن
الدواۃ والقلم ولاشک ایضا ان اهل البیت الحوا علی احضارهما وطال النزاع بین
حتی اخرجهم النبی جمیعا وهذا القدر مما لا یتبادر الی الذهن من نص الحدیث
فیما حد بغی ہمین شک نہین کہ رسالتمآب کے نزدیک اُس تحریر کے لکھنے مین ضرور کوئی مصلحت

کیونکہ آپنے فرمایا کہ اُس کی جہت سے تم گمراہ نہوگے اور اسمین بھی شک نہین کہ عمر نے قلم و
دوات لانے سے اصحاب کو منع کیا اور اس مین بھی شک نہین کہ اہلبیت[1] نے قلم و دوات
لانے پر اصرار کیا اور دونون فریقون مین نزاع بڑھی یہانتک کہ رسالتمآب نے اُنکو نکالدیا
یہی وہ امر ہی جو تصریح نص حدیث سے صاف صاف ظاہر ہو رہا ہی اور اسمین کوئی شک
نہین کر سکتا) آپ خفا نہوجیے گا کہ اُنھون نے کہدیا کہ اسمین کوئی شک نہین کر سکتا حالانکہ نام خدا
آپ ہی موجود ہین مگر اُنھون نے شاید اُن لوگون کا ارادہ کیا ہی جو انصاف پسندی کی عادت
رکھتے ہین دیکھیے کس قوت سے تصریح کر دی جس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر نے اپنے ساتھ
اور صحابہ کو بھی مفت مین ذلیل کروایا اور آخر کو انھین کے وجہ سے نکلوا دیے گئے خیر جو کچھ کیا
وہ آپ کے نزدیک بہت اچھا کیا اور تمام عقلا کے نزدیک بہت بُرا کیا اسکے بعد مرزا صاحب
نے ایک مزخرف تقریر کی ہی جسکا جواب کلام سابق سے معلوم ہو گیا۔ پھر اُنکا بیان ہی کہ جب
صحابہ نے دوبارہ آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ کیا واقعی قلم و دوات لانیکی ضرورت ہی تو آپنے
انکار کر دیا یا آپ خاموش ہو رہے) جن روایات سے ہم اس فرقہ کو الزام دے رہے ہین اُسمین
تو کہین اسکا ذکر نہین کہ اصحاب نے دوبارہ آپکی خدمت مین عرض کیا ہو کہ کیا واقعی قلم و دوات
لانیکی ضرورت ہی آپ لکھتے ہین تو رسول کی شان سے کہ حوالہ غائب دلیل کی ضرورت نہین
جو کچھ کہدیا اُسے حق سمجھو حضرت یہ دوبارہ عرض کرنیوالے کون تھے وہی جنھون نے پہلے
منع کیا تھا یا دوسرے اور کسوقت رسالتمآب سے یہ خواہش کی گئی قوموا عنی کے حکم صادر
ہونیکے بعد یا قبل) اگر وہی بزرگوار تھے جنھون نے منع کیا تھا تو جب اُنھون نے پہلی طلب کو
غیر واقعی سمجھا تھا جیسا کہ عرض ثانی سے ظاہر ہوتا ہی تو اُسمین شور و شغب کی کیا ضرورت تھی
یہ بیان کر دیا ہوتا کہ رسالتمآب نے یونہین ایک بات کہدی ہی دراصل مانگتے نہین دوسرے فریق
تو اسلیے بگڑے کہ اُنھون نے یہی سمجھا کہ حضرت واقعی حیثیت سے مانگتے ہین کیونکہ نبی کبھی فعل لغو

[1] اہلبیت سے مراد حدیث قرطاس مین وہ لوگ ہین جو دولتسرائے نبوی مین موجود تھے اہل البیت آنحضرت مراد نہین ہین چنانچہ صحیح بخاری
کے حاشیہ سندی مین مذکور ہی قوله فاختلف اهل البیت ای الذین کانوا فیه لا اهل بیته صلی الله علیه وسلم (صفحہ ۵۱ جزء ثالث صحیح بخاری مطبوعہ مصر)
اور فتح الباری مین ہی ای من کان فی البیت من الصحابة ولم یرد اهل بیت النبی صلی الله علیه وسلم صفحہ ۱۰۱ پارہ (۱۰)۔

نہین کرتا اور یہ جو اُن سے لڑے بھی تو یہ کہکر کہ ھجر ھجر رسول اللہ ﷺ اور یہ کہ ان رسول اللہ
یھجر آپکے کلام سے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ منع کرنیوالے اُسوقت رسولؐ سے مزاح کر رہے تھے
اور دل لگی سمجھے تھے کیونکہ آپ کھلے ہوئے الفاظ مین فرما رہے ہین کہ اصحاب نے دوبارہ پوچھا
کہ کیا واقعی قلم دوات حاضر کیجائے یہ فقرہ تو صراحۃً بتا رہا ہی کہ دل لگی سمجھے تھے اور وہ لوگ جو دوات
و قلم لانے پر اصرار کر رہے تھے انکو تو واقعی کہکے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی اور پھر مرزا صاحب
اپنی تاویل کو بھول گئے ایک ذرا سا فقرہ خراب ہو گیا ہی مگر کیا کیا جاے بناوٹون مین اسی بگاڑ کا اندیشہ
رہتا ہی آپ جب اقرار کر چکے ہین کہ وہ جانتے رہتے تھے کہ ام سلمہ اور ام حبیبہ پر خفگی ہی اور اسکے لکھوانے کیلیے
قلم دوات کی طلب تھی اور صحابہ نے کہدیا کہ کتاب خدا کافی ہی اور حضور انور بھی موافق تحریر مرزا صاحب سمجھ گئے کہ
کہ میرے اصحاب بڑے سمجھدار ہین اور سکوت کر لیا تو پھر اصحاب بے کیون پوچھتے ہین کہ کیا واقعی قلم دوات لائی
جاوے۔ پھر اگر حکم قوموا عنی صادر ہو چکا تھا تو کیا پھر اُن لوگون نے اُسی ہجر کے مضمون پر عمل کیا اور وہین جمے
رہے اگر ایسا کیا تو دوسری بلا مین پھنسے اور شاید مرزا صاحب تسلیم کر لین کہ وہ بیٹھے رہے کیونکہ وہ بے تکلف
ہونیکے قائل ہین تو اس دوسری معصیت کا جواب فرمائین ایک مرتبہ پہلے خدا نے کھانیکے متعلق انھین لوگونکو
نبی کے گھر سے نکالا جب کھانیکی خبر سنتے تھے قبل کھانا تیار ہونیکے آجاتے تھے اور بے اجازت بیت رسولؐ مین
داخل ہو کر بیٹھے ہوئے باتین کیا کرتے تھے اور انتظار کرتے رہتے تھے کہ کھانا تیار ہو تو کھائین اور بعد کھانیکے بھی
جمے ہوئے باتین کیا کرتے تھے اور کسیطرح ٹالے نہ ٹلتے تھے اور مطلقاً حضرت کی تکلیف کا خیال نکرتے تھے آخر یہ
نوبت پہونچی کہ یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام
غیر ناظرین انٰہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث الایۃ
اور آج دوسری مرتبہ غل و شور و بیہودگی و گستاخی و بدزبانی کے باعث نکالے جانے کا سامنا ہوا
عجب نہین کہ جب یہ لوگ نکالے جانے لگے ہون تو کہدیا ہو کہ اب قلم و دوات لائین کیا واقعی آپنے
مانگا تھا مگر اب کیا ہوتا ہی الآن وقد عصیت کا مصداق ظاہر ہو چکا تھا اور اگر قبل صدور حکم
قوموا عنی یہ پوچھا تھا تو وہ غل کیا ہو گیا تھا جسکا مرزا صاحب سابق مین اعتراف کر آئے ہین اور
فلما اکثروا اللغط والاختلاف الخ کا ترجمہ ایسی صورت مین کیا ہو گا یہ تو اس بات کو ظاہر کر رہا ہی کہ
سلم کی صورت شر گئی تھی اور پھر قوموا عنی کہنے کی ایسی صورتمین کیا وجہ ہو سکتی ہی بہرحال یہ گفتگو

کسیطرح مستقیم نہین ہو سکتی اور نہ اسکا کہین پتہ ہی اور بعض روایات بخاری مین جو جملہ فذھبوا
یردون علیہ یا فذھبوا یردون عنہ ہی اُسمین اس حد کا اہمال ہی جسکو شارحین بخاری
کسیطرح درست ہی نہین کر سکے اگر مرزا صاحب اسی جملہ سے یہ اپنا افادہ استخراج فرماتے ہین تو وہ بھی
عجیب ہی کیونکہ اسکے بعد بخاری مین وارد ہی فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی
الیہ جسکے بعد خاموش رہنے کا دعوی تو کسیطرح درست ہی نہین ہو سکتا قلم دوات لانیکی ضرورت کا
انکار بھی اس سے ہرگز پیدا نہین ہی البتہ چونکہ بخاری یا اُسکے اسلاف نے جملہ فذھبوا یردون
علیہ کو سخت اہمال و اجمال کی حالت مین وارد کیا ہی لہذا اسکا مطلب بھی شارحین بخاری نے
نہایت مختلط کر دیا ہی بہرکیف ناظرین کے نزدیک تتبع روایات حدیث قرطاس و تحقیق اقوال شارحین
بخاری سے صاف ظاہر ہی کہ اصحاب شور و شغب نے اگر کوئی جملہ حضرت کی خدمتمین عرض بھی کیا تو وہ ایسا ہی
بیہودہ تھا جیسا کہ حضرت عمر کا جملہ تھا اور پھر ویسی ہی کلام جرات انضمام کو پلٹ کر حضرت کی سمع
ہمایون تک پہونچایا اور حضرت کو کتابت سے باز رکھنے کی کوشش کی نہ کہ کتابت کرنیکی جسکے جواب مین
آنحضرت نے نہایت اظہار تنغص فرمایا چنانچہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شرح حدیث
قرطاس مین لکھتے ہین ومن جملۃ تنازعہم ردھم علیہ وھو معنی قولہ فذھبوا یردون علیہ
ویروی ویردون عنہ ای عما قالہ فلھذا قال دعونی ای ترکونی والذی انا فیہ من المراقبۃ
والتاھب للقاء اللہ عزوجل فانہ افضل من الذی تدعوننی الیہ من ترک الکتابۃ ولھذا
قال ابن عباس ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین ان
یکتب لھم ذلک الکتاب پھر آپ فرماتے ہین کہ چند لمحے کے بعد آپ گویا ہوئے اور اپنی زبانی یہ وصیتین
فرمائین کہ مین تین باتونکی تمھین وصیت کرتا ہون اوّل یہ کہ مشرکون کو جزیرہ عرب سے نکالدینا یہ وصیت
ام حبیبہ و ام سلمہ کی تعریف سے زیادہ مناسبت رکھتی ہی شاید مرزا صاحب خیال کرتے ہون کہ
اگر ام حبیبہ و ام سلمہ اُن تصاویر کا ذکر نکرتین تو رسالتمآب مشرکونکو جزیرہ عرب مین رہنے دیتے یہ
صرف اُنکی تعریف کرنے سے نکلوا دیا واقعی جزیرہ عرب مین وہ صرف تصویرونکی وجہ سے نہ رہنے پائے
نہین تو اُنکا ترک چندان اُنکے نکلوانیکے لیے کافی نہ تھا اور اسکی مناسبت آپکو پہلے بھی مل سکتی ہی کیونکہ
کہ رسالتمآب کو معلوم تھا کہ ام حبیبہ و ام سلمہ میرے آخری وقت گرجا کی تصویرون کی تعریف کرینگی

لہذا آپ مشرکو نسے جدال و قتال کیا کرتے تھے ایسی معقول مناسبت آپنے تجویز کی ہی کہ دل ہاتھون بڑھگیا (دوسری وصیت آپنے فرمائی کہ جسطرح مین ایلچیون کو انعام دیتا رہا ہون اُسیطرح تم بھی انعام دیتے رہنا) مین اس وصیت کے متعلق اسقدر ضرور سوال کرونگا کہ یہ حضرت ابوبکر سے مخاطب ہو کر کہا یا حضرت عمر سے یا حضرت عثمان سے کہا یا تمام اصحاب سے فرمایا سب اصحاب تو اس قابل ہو نہین سکتے کیونکہ یہ تو اُسکا فریضہ ہی جسکے قبضہ مین بیت المال ہو نہین تو کیا کوئی اپنے گھر سے ایلچیون کو انعام دیگا آپ غور کیجیے اور ڈھونڈھیے کہ حضرت ابوبکر سے تو نہین کہا اگر کہین قسمتون سے آپکو ملگیا کہ حضرت ابوبکر مخاطب تھے تو آپ بلا دقت کہیے کہ وہ منصوص من الرسول تھے مگر مشکل یہ ہی کہ آپنے اُنکا وہان ہونا ہی تحریر نہین فرمایا اور نہ آپکے علما نص کے قائل ہین فقط بخواہ مخواہ کا اجماع مستند خلافت ہی اور باقیون مین وہ بھی غائب لہذا حضرت ابوبکر تو مخاطب ہو نہین سکتے رہگئے حضرت عمر وہ اگر کہین مخاطب ہون تو علاوہ اسکے کہ انکے باب مین بھی نص رسول کے آپ قائل نہین یہ خرابی لازم آتی ہی کہ حضرت ابوبکر خلیفہ ہونیکے اہل نہ تھے اور اُنکی خلافت باطل ہوئی جاتی ہی اور حضرت عثمان اگر خدانخواستہ مخاطب ہون تو دونون سابق الذکر کی خلافتین باطل ہوئی جاتی ہین وصف اسکے کہ انکے لیے بھی منصوص من الرسول ہونا تسلیم نہین کیا گیا آپ تو محفل شوری کے خلیفہ بنائے ہوئے تھے اور اگر تمام اصحاب مخاطب تھے تو معلوم ہوتا ہی کہ آپکی رائے سلطنت جمہوری کی تھی جیسی انگریزون نے قائم کی ہی اور بھلا آپ اسے کاہیکو قبول کرینگے کیونکہ اُنکے گرجا و نکی تصویرونکی تعریف سے جب اسقدر غصہ آیا تو اُنکی راے سے آپکی راے کاہیکو مطابق ہوگی معلوم ہوتا ہی کہ آپنے اس محل پر گہری تحقیق نہین کی نہین تو معلوم ہوجاتا کہ کس سے وصیت کی تھی خیر آیندہ فرصت ملی تو ادھر بھی توجہ فرمایئے گا دوسری وصیت مین ایلچی کو انعام دلوایا گیا ہی نہ معلوم انسے مشرکون کے ایلچی مراد ہین یا مسلمانونکے ایلچی مشرکونکے ایلچی ہین تو جزیرہ مین رہنے تک کے روادار نہین ہوتے پھر یہ انعام کیون دلوا رہے ہین اور اگر مسلمانونکے ایلچی تھے تو آپ مہربانی کرکے ثابت کیجیے کہ کون سی اسلامی سلطنت آپکے سامنے تھی جنکے ایلچیون کو آپ انعام دلواتے تھے (تیسری وصیت کو راوی کہتا ہی کہ مجھے یاد نہین) مین تو یہ سمجھتا ہون کہ راوی کو کہنا چاہیے کہ یاد تو ہی مگر بتلاتا نہین بس مین اس کی تحقیق مرزا صاحب پر چھوڑتا ہون -

راقم ایک شیعہ منشی فاضل ممتاز الافاضل ملا فاضل

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور

(اللہ اُن لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لاتے ہیں کہ اُن کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکالکر ہدایت کی روشنی میں لاتا ہے)

الحمد للہ کہ اُسی کے فضل و کرم سے کتاب ہدایت مآب تصویر صحیح بخاری جلد دوم کی پچیسویں فصل کا خلاصہ

مسمّے بہ

فضائل ولی الباری من احادیث صحیح البخاری

مصنفہ

جناب مولانا السیّد علی حیدر صاحب قبلہ مولوی فاضل وصدر الافاضل دام برکاتہ مدیر جریدہ مبارکہ اصلاح

مطبع اصلاح کھجوا ضلع سارن میں چھپکر شائع ہوا

لہذا آپ مشرکو نے جدال و قتال کیا کرتے تھے ایسی معقول مناسبت آپنے تجویز کی ہی کہ دل ہاتھون سے جاتا رہا (دوسری وصیت آپنے فرمائی کہ جسطرح مین ایلچیون کو انعام دیتا رہا ہون اُسیطرح تم بھی انعام دیتے رہنا) مین اس وصیت کے متعلق اسقدر ضرور سوال کرونگا کہ یہ حضرت ابو بکر سے مخاطب ہو کر کہا یا حضرت عمر سے یا حضرت عثمان سے کہا یا تمام صحابہ سے فرمایا سب اصحاب تو اس قابل ہو نہین سکتے کیونکہ یہ تو اُسکا فریضہ ہی جسکے قبضہ مین بیت المال ہو نہین تو کیا کوئی اپنے گھر سے ایلچیون کو انعام دیگا آپ غور کیجیے اور ڈھونڈھیے کہ حضرت ابو بکر سے تو نہین کہا اگر کہین قسمتون سے آپکو ملگیا کہ حضرت ابو بکر مخاطب تھے تو آپ بلا دقت کہیے کہ وہ منصوص من الرسول تھے مگر مشکل یہ ہی کہ آپنے اُنکا وہان ہونا ہی تحریر نہین فرمایا اور نہ آپکے علما نص کے قائل ہین فقط نخواہ مخواہ کا اجماع مستند خلافت ہی اور باقیون مین وہ بھی غائب لہذا حضرت ابو بکر تو مخاطب ہو نہین سکتے رہگئے حضرت عمر وہ اگر کہین مخاطب ہون تو علاوہ اسکے کہ انکے باب مین بھی نص رسول کے آپ قائل نہین یہ خرابی لازم آتی ہی کہ حضرت ابو بکر خلیفہ ہونیکے اہل نہ تھے اور اُنکی خلافت باطل ہوئی جاتی ہی اور حضرت عثمان اگر خدا نخواستہ مخاطب ہون تو دونون سابق الذکر کی خلافتین باطل ہوئی جاتی ہین با یں ہمہ اسکے کہ انکے لیے بھی منصوص من الرسول ہونا تسلیم نہین کیا گیا آپ تو مجلس شوری کے خلیفہ بنائے ہوئے تھے اور اگر تمام اصحاب مخاطب تھے تو معلوم ہوتا ہی کہ آپکی رائے سلطنت جمہوری کی تھی جیسی انگریزون نے قائم کی ہی اور بھلا آپ سے کاہیکو قبول کرینگے کیونکہ اُنکے گرجاؤنکی تصویر دنکی تعریف سے جب اسقدر غصہ آیا تو اُنکی رائے سے آپکی رائے کاہیکو مطابق ہوگی معلوم ہوتا ہی کہ آپنے اس محل پر گہری تحقیق نہین کی نہین تو معلوم ہوجاتا کہ کس سے وصیت کی تھی خیر آیندہ فرصت ملی تو اُدھر بھی توجہ فرمایئے گا دوسری وصیت مین ایلچی کو انعام دلوایا گیا ہی نہ معلوم اِنسے مشرکون کے ایلچی مراد ہین یا مسلمانونکے اگر مشرکونکے ایلچی ہین تو جزیرہ مین رہنے تک کے روادار نہین ہوتے پھر یہ انعام کیون دلوا رہے ہین اور اگر مسلمانونکے ایلچی تھے تو آپ مہربانی کرکے ثابت کیجیے کہ کون سی اسلامی سلطنت آپکے سامنے تھی جسکے ایلچیون کو آپ انعام دلواتے تھے (تیسری وصیت کو راوی کہتا ہی کہ مجھے یاد نہین) مین تو یہ سمجھتا ہون کہ راوی کو کہنا چاہیے کہ یاد تو ہی مگر بتلاتا نہین بس مین اس کی تحقیق مرزا صاحب پر چھوڑتا ہون۔

راقم ایک شیعہ منشی فاضل مجاز الافاضل ملا فاضل

اعلان۔ بہمان کتب شیعی پانچسو سال تک کی قلمی ہوئی اور کتب مطبوعہ اردو و فارسی عربی علوم کی بکفایت فروخت ہوتی ہین۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُہُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

(اللہ اُن لوگوں کا سرپرست جو ایمان لاتے ہیں کہ اُن کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکالکر ہدایت کی روشنی میں لاتا ہے)

الحمد للہ کہ اُسی کے فضل و کرم سے کتاب ہدایت مآب تصویر صحیح بخاری جلد دوم کی چھبیسویں فصل کا خلاصہ

مسمی بہ

فضائل ولی الباری

من

احادیث صحیح البخاری

مصنفہ

جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ مولوی فاضل وصدر الافاضل دام برکاتہ مدیر جریدہ مبارکہ اصلاح

مطبع اصلاح کھجوا ضلع سارن میں چھپکر شائع ہوا

فہرست مضامین رسالہ ہذا

رسالہ

فضائل ولی الباری

من

احادیث صحیح البخاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد والہ الطیبین الطاھرین۔ احقر علی حیدر ابن جناب حجۃ الاسلام فخر المحققین مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ دام ظلہم العالی عرض رسان ہے کہ فی زماننا ہندوستان کے ہر مذہب والے اپنی تعداد بڑھانے اور اپنے اصول و فروع کی اشاعت کرنے میں منہمک ہیں منجملہ ان کے حضرات اہلحدیث بھی ہیں۔ ایسی حالت میں مناسب معلوم ہوا کہ ہم اپنی کتاب ہدایت مآب تصویر صحیح بخاری جلد دوم کی پچیسویں فصل کا خلاصہ شایع کر دیں تاکہ حضرات اہلحدیث کے حملوں سے مظلوم شیعہ محفوظ رہ سکیں اور وہ سمجھ لیں کہ خود صحیح بخاری ہی سے مذہب شیعہ کی حقیت مثل آفتاب عالم تاب کے روشن و تاباں ہے اور جب فرقہ اہلحدیث سے کوئی صاحب کسی شیعہ کو مذہبی وعظ و نصیحت فرمائیں تو وہ شیعہ اس رسالہ کو پیش کر کے جواب دیسکے کہ آپ حضرات کسی مذہب کو صرف باپ دادا کا دین ہونے کی وجہ سے اختیار نہ کریں بلکہ خود بھی تحقیق فرمائیں کہ کس کی پابندی میں گمراہی اور کس کی پیروی سے ہدایت ہوگی کیونکہ باپ دادا کی اندھی تقلید کی مذمت قرآن مجید میں متعدد جگہ آئی ہے پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۷۰ میں ہے واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا اولو کان اباؤھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون۔ یعنی جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اور دین خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اسکو مانو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی طریقہ پر چلینگے

جیسر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ (ان سے پوچھو تو) اگرچہ اُنکے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہ راست ہی پر چلتے رہے ہوں (جب بھی یہ لوگ اُنھیں کی پیروی کئے جاینگے ؟) بہتر ہے کہ آپ حضرات جو صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب الباری (یعنی قرآن مجید کے بعد دنیا کی کل کتابوں سے زیادہ صحیح معتبر اور معتمد علیہ) سمجھتے ہیں غور فرمائیں کہ خود صحیح بخاری سے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے ایسے فضائل و مناقب اور خلافت بلا فصل کی ایسی قوی دلیلیں ملتی ہیں جنکو سمجھنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص مذہب شیعہ کے سوا کسی دوسرے مذہب کو پسند کر ہی نہیں سکتا اسلئے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے۔ لتفترقن ھذہ الامۃ علی ثلاث وسبعین فرقۃ کلھا فی النار الا فرقۃ۔ یعنی البتہ یہ امت اسلام ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائیگی جن سے صرف ایک فرقہ بہشت میں جائیگا اور سب جہنم میں ڈال دئے جائینگے (تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۴۹) اور انھیں حضرت کے قول کے مطابق حضرت علی آپکے خلیفہ وصی اور وزیر تھے اور آنحضرت ص کے بعد حضرت کے ولی بھی حضرت علی ہی تھے جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ حضرت علی جناب رسالتمآب صلعم کے خلیفہ بلا فصل تھے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے شیعوں کے متعلق جو حضرت علی کو آنحضرت کا خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں صاف صاف فرمادیا کہ یہی فرقہ روز قیامت کامیاب ہونے والا اور یہی فرقہ بہشت میں جانیوالا ہے جسکی تفصیل اس رسالہ میں کر دیگئی ہے جب فرقہ شیعہ بہشت میں جانیوالا ٹھہرا تو دوسرے فرقوں کے متعلق بھی فیصلہ آسان ہے اسلئے کہ آنحضرت ص کے بارے میں خدا نے فرمادیا ہے ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کہ میرا رسول اپنے دل اور خواہش سے کوئی بات نہیں کہتا ہے وہی بات کہتا ہے جسکی وحی میری طرف سے اسپر نازل کی جاتی ہے وہی ناطق بالحق رسول ایکدفعہ فرماتا ہے کہ میری اُمت کے ۷۳ فرقوں سے صرف ایک فرقہ بہشت میں جائیگا اور دوسری مرتبہ وہی رسول فرماتا ہے کہ شیعہ بہشت میں جانیوالے ہیں یہ دونوں کلام کچھ مشکل نہیں ہیں نہ یہ کوئی دقیق مسئلہ ہے نتیجہ بہت آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے وما علینا الا البلاغ۔

فضائل ولی الباری من احادیث صحیح البخاری

آیۃ اکمال دین

صحیح بخاری پارہ اول کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان ونقصانہ (صفحہ ۵۵) میں ہے۔ عن عمر بن الخطاب ان رجلاً من الیھود قال لہ یا امیر المومنین اٰیۃ فی کتابکم تقرؤنھا لو علینا معشر الیھود نزلت لاتخذنا ذلک الیوم عیدا قال ای اٰیۃ قال الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا قال عمر قد عرفنا ذلک الیوم والمکان الذی نزلت فیہ علی النبیؐ وھو قائم بعرفۃ یوم جمعۃ اس مضمون کی حدیث پارہ ۱۸ کتاب التفسیر سورہ مائدہ (صفحہ ۱۰۸) اور پارہ ۲۹ کتاب الاعتصام باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ (صفحہ ۶۴۶) میں بھی ہے۔ سب کا مطلب یہ ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر سے کہا کہ آپلوگ قرآن مجید میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں جو ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اُس دن کو جس روز وہ نازل ہوئی ہے عید قرار دیتے۔ حضرت عمر نے پوچھا کونسی آیت ؟ اس نے کہا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا آج ہمنے تمھارے دین کو کامل کر دیا تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور دین اسلام کو تمھارے لئے پسند کر لیا سورہ مائدہ پارہ ۶ آیۃ ۴) حضرت عمر نے کہا ہاں ہم اس دن کو جانتے ہیں اور اُس جگہ کو بھی جہاں یہ نازل ہوئی ہے وہ جمعہ کا دن اور عرفہ تھا جس میں نازل ہوئی۔ انتہے۔ گو صحیح بخاری میں اسکی تصریح نہیں ہے کہ کیوں دین کو کامل کیا لیکن دوسری کتابوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت علی کے خلیفہ بلا فصل مقرر ہونے سے یہ آیت نازل ہوئی۔ فتح الباری پارہ ۱ صفحہ ۵۶ میں ہے کان ذلک فی حجۃ الوداع التی ھی اٰخر عھد البعثۃ۔ کہ یہ آیت حجۃ الوداع میں نازل ہوئی جو عہد حضرت رسالتمآب صلعم کا آخری حج تھا۔ اور حجۃ الوداع (سنہ ۱۰ھ) کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم آخری حج سے فارغ ہو کر مدینہ کو آرہے تھے کہ ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم میں تاکیداً یہ حکم نازل ہوا کہ لوگوں سے نڈر ہو اور جو حکم ہمنے تمھیں

دیا ہے لوگوں تک پہنچادو۔ حضرت نے وہیں حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ میں جسکا حاکم اور پیشوا ہوں اب علی بھی اسکے حاکم اور پیشوا ہیں اسپر لوگوں نے حضرت علی کو خلافت کی مبارکباد دی حضرت عمر نے بھی کہا "اے علی مبارک ہو کہ تم ہمارے اور ہر مومن و مومنہ کے پیشوا مقرر کردیئے گئے" جب یہ سب ہوچکا تو جناب جبریل یہ آیت الیوم اکملت لیکر نازل ہوئے (دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۰۹) چونکہ حضرت عمر نے بھی حضرت کو خلافت کی مبارکباد دی تھی اسلئے اُس یہودی سے کہا ہم خوب جانتے ہیں کہ کہاں اور کس دن نازل ہوئی۔

غزوہ احد کے خدمات

پارہ ا کتاب الوضوء باب غسل المرأۃ اباہا الدم (صفحہ ۱۱۲) میں ہے۔ عن ابی حازم سمع سہل بن سعد الساعدی وسألہ الناس وما بینی وبینہ احد بای شئی دُوِیَ جرح النبیؐ فقال ما بقی احد اعلم بہ منی کان علیؑ یجیئ بترسہ فیہ ماء وفاطمۃ تغسل عن وجہہ الدم فاخذ حصیر فاحرق فحشی بہ جرحہ۔ اسی مضمون کی روایت پارہ ۱۱ کتاب الجہاد باب المجن (صفحہ ۸۰) و پارہ ۱۲ کتاب الجہاد باب دواء الجرح (صفحہ ۱۲۲) و پارہ ۱۶ کتاب المغازی باب ما اصاب النبی یوم احد (صفحہ ۴۸) و پارہ ۲۳ کتاب المرضیٰ باب حرق الحصیر (صفحہ ۴۰) میں بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سہل بن سعد ساعدی سے لوگوں نے پوچھا کہ غزوہ احد میں حضرت رسولخدا صلعم زخمی ہوئے تو کیا علاج کیا گیا؟ کہا حضرت علیؑ اپنی ڈھال میں پانی لاتے اور حضرت فاطمہ آنحضرت کے منہ کا خون دھوتی تھیں پھر حضرت نے بوریہ کا ٹکڑا جلاکر اس زخم کو بھر دیا انتہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب غزوہ احد میں حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان حضرت رسولخدا صلعم کو چھوڑ کر چلے گئے (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۱ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰ تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۸۲) اس وقت حضرت امیر المومنین آنحضرت صلعم کے زخم کی مرہم پٹی کر رہے تھے اور مدینہ سے حضرت کی کسی زوجہ نے بھی آکر آنحضرت صلعم کی کوئی خدمت نہیں کی تو صرف آپکی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ نے۔ اور سچا دوست وہی ہے جو مصیبت میں

کام آئے اور اپنی جان تک کی پروا نہ کرے۔ اب فیصلہ آسان ہے کہ آنحضرت صلعم کے سچے دوست کون تھے وہ جو بھاگ گئے اور گھر پر آرام کرتے یا وہ جو حضرت کے ساتھ سے ہٹے نہیں اور اپنی جان کو آنحضرت صلعم پر قربان کئے رہے۔

کنیت ابوتراب

پارہ ۱۴ کتاب المناقب باب مناقب علیؑ (صفحہ ۲۰۹) میں ہے ان رجلا جاء الی سہل بن سعد فقال ہذا فلان لامیر المدینۃ یدعو علیا عند المنبر قال فیقول ماذا۔ قال یقول لہ ابو تراب فضحک وقال واللہ ما سماہ الا النبیؐ وما کان لہ اسم احب الیہ منہ فاستطعمت الحدیث سہلا وقلت لہ یا اباعباس کیف ذلک۔ قال دخل علیؑ علی فاطمۃ ثم خرج فاضطجع فی المسجد فقال النبیؐ این ابن عمک قالت فی المسجد۔ فخرج الیہ فوجد ردائہ قد سقط عن ظہرہ وخلص التراب الی ظہرہ فجعل یمسح عن ظہرہ فیقول اجلس یا ابا تراب مرتین۔ اسی مضمون کی حدیث پارہ ۲ کتاب الصلوۃ باب نوم الرجال فی المسجد (صفحہ ۲۶۷) میں بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے سہل بن سعد ساعدی صحابی سے کہا کہ فلاں شخص حاکم مدینہ منبر پر حضرت علی کو برا کہ رہا ہے۔ سہل نے پوچھا کیا کہتا ہے۔ کہا حضرت کو ابوتراب کہتا ہے تو سہل ہنس دیئے اور کہا خدا کی قسم حضرت علی کا یہ نام تو حضرت رسولخدا صلعم نے رکھا تھا اور حضرت علی کو اپنے ناموں میں یہی نام سب سے زیادہ پیارا تھا۔ اس شخص نے سہل سے اس کا واقعہ دریافت کیا انھوں نے کہا ایک دفعہ حضرت علی جناب فاطمہ کے پاس سے نکلے تو مسجد میں جاکر لیٹ رہے۔ اتنے میں حضرت رسولخدا صلعم تشریف لائے اور پوچھا علی کہاں ہیں؟ فرمایا مسجد میں۔ حضرت نے وہاں جاکر دیکھا کہ حضرت علی کی پیٹھ سے ردا الگ ہوگئی اور مٹی لگ گئی ہے۔ آنحضرت صلعم حضرت علی کی پیٹھ سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرماتے جاتے تھے اے ابوتراب اُٹھ بیٹھو۔ اے ابوتراب اُٹھ بیٹھو۔ اور پارہ ۲۵ کتاب الادب باب التکنی بابی تراب (صفحہ ۱۹۱) و پارہ ۲۶ باب القائلۃ فی المسجد (صفحہ ۲۰۳) میں ہے کانت احب اسماء علیؑ الیہ لابو تراب وان کان لیفرح ان یدعی بہا و

وما سماہ ابا تراب الا النبی ۳ کہ حضرت علی کو اپنا سب سے زیادہ محبوب نام ابو تراب تھا اور اس نام سے پکارے جانے پر آپ بہت خوش ہوتے اور آپ کا یہ نام حضرت رسولخدا صلعم ہی نے رکھا تھا انتہٰی۔ ان حدیثوں سے حضرت علی کی بڑی فضیلت نکلی خدا دنیا کے عام لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے فانا خلقناکم من تراب یعنی ہمنے تم سب لوگوں کو مٹی سے پیدا کیا (پارہ ۱۷ سورہ حج آیت ۵) اور اُسی خدا کے رسول برحق حضرت علی کو خاص طرح پر فرماتے ہیں کہ تم ابو تراب ہو اور معلوم ہے کہ باپ کی وجہ سے بیٹا ہوتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ حضرت صلعم نے اس حدیث سے اس طرف اشارہ فرمایا ہو کہ علی کی وجہ سے مٹی اور سب لوگ پیدا ہوئے جیسا کہ حضرت رسولخدا صلعم سے خدا نے فرمایا ہے لولاک لما خلقت الافلاک اے رسول تم نہیں ہوتے تو ہم آسمانوں کو بھی پیدا نہیں کرتے۔ غرض جس طرح رسول خدا ص کے طفیل میں دنیا پیدا ہوئی اسی طرح نفس رسول ص کے طفیل میں بھی عالم کا وجود ہوا۔ امام اہلسنت مولوی وحید الزمان خاں صاحب حیدرآبادی اپنی کتاب انوار اللغۃ پارہ ۳ صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں "ابو تراب آپ کی کنیت اس لئے ہوئی کہ آپ ساری زمین کے سردار ہیں اور حجت ہیں اللہ کی زمین پر یعنی زمین والوں پر"

نماز حضرت علیؑ و نماز حضرت رسول ص

پارہ ۴ کتاب الصلوٰۃ باب یکبر وھو ینھض (صفحہ ۴۴) میں ہے عن مطرف قال صلیت انا وعمران بن الحصین صلوٰۃ خلف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فکان اذا سجد کبّر واذا رفع کبّر واذا نھض من الرکعتین کبّر فلما سلم اخذ عمران بیدی فقال لقد صلی بنا ھذا صلوٰۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم او قال لقد ذکّرنی ھذا صلوٰۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مطرف بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی رض کے پیچھے نماز پڑھی تو حضرت جب سجدہ کرتے تکبیر کہتے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تکبیر کہتے اور جب دونوں رکعتوں سے اُٹھتے تکبیر کہتے جب حضرت سلام پھیر چکے تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا حضرت علی نے تو یہ ہملوگوں کو

حضرت رسولخدا صلعم کی نماز پڑھادی یا کہا کہ حضرت علی نے مجھکو حضرت رسولخدا صلعم کی نماز یاد دلادی انتہٰی۔ یہی مضمون پارہ ۳ کتاب الصلوٰۃ باب اتمام التکبیر (صفحہ ۴۳) کی حدیث میں بھی ہے جسمیں یہ بھی مذکور ہے کہ عمران بن حصین نے یہ نماز حضرت علی کے ساتھ بصرہ میں جنگ جمل کے بعد پڑھی تھی۔ فرقہ اہلحدیث کے ایک بڑے امام مولوی حکیم ابو یحییٰ محمد صاحب شاہجہانپوری اپنی کتاب الارشاد مطبوعہ دہلی ۱۳۰۵ میں بھی لکھتے ہیں "عمران بن حصین نے جب بصرہ میں حضرت علی کے پیچھے نماز پڑھی جنھوں نے ان تکبیرات کو ادا کیا تو کہنے لگے ہمکو انھوں نے وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول اللہ ص کے ساتھ پڑھا کرتے تھے حضرت ابو موسیٰ نے بھی حضرت علی کے پیچھے نماز پڑھکر ایسا ہی کہا ہم لوگ اُسکو بھول گئے یا قصداً چھوڑ دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم کے انتقال فرمانے پر جن لوگوں نے زمام اسلام کو اپنے ہاتھ میں لیا انھوں نے اُس نماز تک کو چھوڑ دیا جو حضرت رسولخدا صلعم پڑھتے تھے اور جب حضرت علی نے حضرت رسولخدا صلعم کی طرح نماز پڑھی تو صحابہ کو حضرت رسولخدا صلعم کی نماز یاد آگئی۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ جو لوگ حضرت علی کو آنحضرت صلعم کا حقیقی اور بلافصل خلیفہ نہیں جانتے (اور جن حضرات نے حضرت رسولخدا صلعم کی نماز تک ترک کردی تھی انکی پیروی کرتے ہیں) اُن کا کیا حشر ہوگا۔

آنحضرت صلعم بیدار کرنے کو جایا کرتے

پارہ ۵ کتاب التہجد باب تحریض النبی ص علی قیام اللیل والنوافل (صفحہ ۵۵۵) میں ہے طرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ وعلیا لیلۃ للصلوٰۃ۔ یعنی حضرت رسولخدا صلعم شب کو حضرت فاطمہ و علی کے پاس گئے کہ وہ نماز شب پڑھیں۔ اسی مضمون کی حدیث پارہ ۱۹ کتاب التفسیر سورہ کہف (صفحہ ۲۴۱) اور پارہ ۳۰ صفحہ ۴۸۷ میں بھی ہے۔ اس سے حضرت علیؑ کی جلالت شان و عظمت مرتبہ منتہائے کمال تک ثابت ہوتی ہے کہ خود حضرت رسولخدا صلعم اس کام کے لئے آپ کے یہاں تشریف لاتے اور نماز شب کے لئے اٹھاتے۔ کسی دوسرے صحابی یا خلیفہ کو یہ شرف نہیں حاصل ہوسکا۔

حضرت کا احرام بعینہ احرام حضرت رسولؐ

پارہ ۶ کتاب المناسک باب من اہل فی زمن النبیؐ (صفحہ ۸۶) میں ہے عن انس بن مالکؓ قال قدم علیؑ علی النبیؐ من الیمن فقال بما اہللت قال بما اہل بہ النبیؐ فقال لولا ان معی الہدی لاحللت۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت علی یمن سے آکر آخری حج میں حضرت رسولخدا صلعم سے ملے تو آنحضرت نے فرمایا اے علی تمنے کس نیت کا احرام باندھا ہے؟ حضرت علی نے کہا یہ نیت کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے جس نیت کا احرام باندھا ہے وہی احرام میرا بھی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر میرے ساتھ ہدی کے اونٹ نہ ہوتے تو میں احرام کھولدیتا۔ یہی حدیث باب تقضی الحائض المناسک صفحہ ۱۳۰ و پارہ ۱۰ باب الاشتراک فی الہدی (صفحہ ۴۹۹) و پارہ ۱۷ کتاب المغازی باب بعث علی ابن ابیطالب (صفحہ ۶۵) و پارہ ۲۹ کتاب التمنی باب قول النبیؐ لو استقبلت (صفحہ ۶۳۲) میں بھی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضرت رسولخدا صلعم اور حضرت علیؑ میں اسدرجہ کا اتحاد تھا کہ عبادت میں بھی جو نیت حضرت رسولخدا صلعم کی ہوتی وہی نیت حضرت امیر المومنینؑ فرماتے اور اس نیت سے وہ عبادت صحیح اور مقبول ہوجاتی حضرت علی کے سوا کسی صحابی کو یہ بات نہیں حاصل تھی کہ اس قسم کی نیت کرکے وہ اپنی کوئی عبادت بجالاسکے اور خدا اسکو صحیح قرار دے۔ پس واقعات زندگی بلکہ ہر حالت سے یہی ماننا پڑتا ہے کہ واقعا حضرت علی نفس حضرت رسولخدا صلعم تھے۔

متعہ اور حکم رسولؐ کی اشاعت

پارہ ۶ کتاب المناسک باب التمتع (صفحہ ۹۳) میں ہے عن سعید بن المسیّب قال اختلف علیؑ و عثمان وہما بعسفان فی المتعہ فقال علی ما ترید الی ان تنہیٰ عن امر فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عثمان دعنی عنک۔ یعنی سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ مقام عسفان میں حضرت علی و عثمان کے درمیان متعہ کے متعلق اختلاف ہوا تو حضرت علی نے کہا اے عثمان کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اُس کام سے منع کرو جسپر خود حضرت رسولخدا

صلعم عمل کرتے تھے؟ حضرت عثمان نے کہا اسکو جانے بھی دو!۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کو حضرت رسولخدا صلعم کے احکام و افعال کے باقی رکھنے اور حفاظت کرنے کی بڑی فکر رہتی تھی کہ باوجودیکہ حضرت عمر نے متعہ سے منع کردیا تھا اور حضرت عثمان نے بھی انھیں کی پیروی کی تھی مگر حضرت علی اس سے اختلاف کرکے انھیں لوگوں پر اعتراض کرتے تھے کہ جس بات کو خود حضرت رسولخدا صلعم نے کیا ہو اس سے تم کیوں منع کرتے ہو۔ پھر اسی صفحہ میں یہ حدیث ہے عن عمران بن حصین قال تمتعنا علی عہد رسول اللہؐ و نزل القرآن قال رجل برایہ ماشاء کہ عمران بن حصین کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ میں متعہ کرتے تھے اور اس کا حکم قرآن میں بھی نازل ہوا ہے (پھر) ایک شخص نے اپنے دل سے جو چاہا کہدیا (یعنی متعہ کو حرام کردیا) علامہ ابن حجر اس حدیث کی شرح اپنی فتح الباری پارہ ۶ صفحہ ۴۹ میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں والاولی ان یفسر لعمر فانہ اول من نہی عنہا وکان من بعدہ کان تابعا لہ فی ذلک ففی مسلم ایضا ان ابن الزبیر کان ینہی عنہا و ابن عباس یامر بہا فسألوا جابرا فاشار الی ان اول من نہی عنہا عمر۔ کہ بہتر یہ ہے کہ حدیث کے لفظ "ایک شخص" کی تفسیر یہ کی جائے کہ وہ حضرت عمر تھے (جنھوں نے اپنی رائے سے جو چاہا کہدیا) کیونکہ انھیں نے سب سے پہلے اسکو منع کیا اور انکے بعد جو لوگ آئے انھوں نے حضرت عمر ہی کی پیروی کی۔ صحیح مسلم میں بھی ہے کہ ابن الزبیر اس سے منع کرتے تھے اور ابن عباس اس کا حکم دیتے تھے۔ تب لوگوں نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے دریافت کیا انھوں نے اشارہ کیا کہ سب سے پہلے اسکو حضرت عمر ہی نے حرام کیا تھا انتہے۔ اس موقع پر خلیفہ مامون کا حمایت حق کرنا یاد آگیا بغیر اسکو لکھے آگے نہیں بڑھا جاتا شمس العلما مولوی شبلی صاحب اپنی کتاب المامون صفحہ ۲۳۱ میں لکھتے ہیں۔ "(مامون نے) جوش میں ایک بار منادی کرادی کہ متعہ عموماً جائز سمجھا جاوے اگر یہ حکم ذاتی رائے کی صورت میں ہوتا تو شاید کسی کو خیال بھی نہ ہوتا لیکن ایک

عام منادی فرمان شاہی کے ہم زبان تھی ... مامون اوسوقت دمشق میں تھا دربار کے عام علماء بھی ساتھ تھے اس وحشت انگیز منادی نے گو تمام شہر کو برہم کر دیا لیکن حکومت کی آواز کو کون دبا سکتا تھا ... درباریوں میں سے دو شخص ... پہونچے تو مامون حضرت عمر کا یہ قول پڑھ رہا تھا دو متعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابو بکر کے عہد میں تھے میں اونکو حرام کرتا ہوں ہر لفظ پر اوس کا چہرہ غصہ سے متغیر ہوتا جاتا تھا۔ اور جب ایک پر غیظ لہجہ میں یہ روایت ختم کر چکا تو نہایت طیش میں آکر کہا اے جعل[1] جو چیز رسول اللہ ص کے عہد میں جائز تھی تو کون ہے کہ اوس کو حرام کرے"۔ اور انوار اللغۃ پارہ ۲۴۵ صفحہ ۸ میں ہے "متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ ص وانا احرمہما۔ دو متعے متعہ حج کا متعہ اور نکاح متعہ آنحضرت ص کے زمانہ میں ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ خود آنحضرت ص نے اونکو درست کر دیا تھا لیکن میں اونکو حرام کرتا ہوں یہ حضرت عمر کا قول ہے" پھر چند سطروں کے بعد ہے "لولم ینہ عمر عن المتعۃ مازنی الا شقی حضرت علی رض نے فرمایا اگر عمر متعہ سے منع کرتے تو زنا وہی کرتا جو بدبخت ہوتا"۔ اور صفحہ ۹ میں ہے "جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں ہم آنحضرت ص کے زمانہ میں اور ابو بکر صدیق رض کے زمانہ میں اور عمر کے شروع خلافت میں برابر متعہ کرتے رہے یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا وہ کہا مراد حضرت عمر رض ہیں انھوں نے متعہ سے منع کر دیا کان ابن عباس یفتی بتحلیل المتعۃ ابن عباس رض متعہ کی حلت کا فتویٰ دیتے تھے ... اور زرقانی نے شرح موطا میں ایک جماعت سلف اہلسنت سے بھی اوسکی

---

[1] ناظرین گھبرائینگے کہ جعل کا کیا معنے ہے تو انوار اللغۃ پارہ ۵ صفحہ ۸ میں ہے کما یدھدہ الجعل بانفہ جیسے گوہ کا کیڑا اپنی ناک سے گوہ ڈھلکاتا ہے اوسکو گولی کر کے رڑھکاتا ہے۔ اور صفحہ ۴۹ میں ہے "ان اللہ تعالیٰ یعذب الجعل فی جحرہ اللہ تعالیٰ گوہ کے کیڑے کو اوسکے سوراخ میں عذاب کرتا ہے مجمع البحرین میں ہے کہ جعل ایک چھوٹا کیڑا ہے خنفساء سے بڑا۔ کالا بہت کالا اوسکے پیٹ پر ذرا سرخی ہوتی ہے لوگ اوسکو ابو جعران کہتے ہیں کیونکہ وہ سوکھا گوہ اپنے سوراخ میں اکٹھا کرتا ہے"۔

اباحت نقل کی ہے"

آنحضرت صلعم نے آپکو شریک کیا

پارہ ۹ کتاب الوکالۃ (صفحہ ۴۲۰) میں ہے قد اشرکہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیا فی ھدیہ ثم امرہ بقسمتہا یعنی حضرت رسو لخدا صلعم نے حضرت علی کو اپنی قربانی کے جانور میں شریک کر لیا پھر اس کی تقسیم کر دینے کا حکم دیا۔ اور انوار اللغۃ پارہ ۱۳ صفحہ ۲۰ میں ہے "واشرکہ فی ھدیہ آنحضرت ص نے حضرت علی رض کو اپنی ہدی (قربانی) میں شریک کر لیا۔"

یہ بھی ایسی فضیلت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ہے جس سے باقی کل صحابہ محروم نظر آتے ہیں شاید وجہ یہی ہو کہ حضرت رسو لخدا کے شریک ہونے کی قابلیت سوا حضرت علی کے کسی میں تھی ہی نہیں۔ اب فیصلہ آسان ہے کہ جب ایک معمولی قربانی کے جانور تک میں حضرت رسو لخدا صلعم نے اور کسی صحابی کو شریک اپنا نہیں کیا تو مسلمانوں کی پیشوائی اور سرداری میں حضرت علی کے سوا کسی اور کو کیونکر پسند فرما سکتے ہیں۔ ہاں حضرت علی کی شرکت آنحضرت صلعم کے ساتھ ہر جگہ ہے اور خود خدا ہی نے ہر مقام ہر امر میں آپ کو آنحضرت صلعم کا شریک کر دیا ہے عرش پر حضرت رسو لخدا صلعم کا اسم مبارک لکھا تو اس بزرگی میں حضرت علی کو بھی آپکا شریک کر دیا علامہ سیوطی کی تفسیر در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۵۳ میں ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اخرج بی رأیت علی ساق العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی یعنی حضرت رسو لخدا صلعم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے ساق عرش پر دیکھا کہ یہ عبارت لکھی تھی لا الٰہ الا اللہ الخ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اسکے رسول ہیں میں نے اونکی تائید علی سے کی ہے)"

حضرت رسو لخدا صلعم سے آپ کی خصوصیت

پارہ ۱۰ کتاب الصلح باب کیف یکتب ہذا ما صالح (صفحہ ۳۶) میں ہے۔ "اعتمر النبی ص فی ذی القعدہ فابی اہل مکۃ ان یدعوہ یدخل مکۃ حتی قاضاھم علی ان یقیم بہا ثلثۃ ایام ... فلما دخلہا ومضی الاجل اتوا علیا فقالوا قل لصاحبک اخرج عنا فقد

مضے الاجل فخرج النبی ؐ یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے ذی القعدہ (سنہ ہجری) میں عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کا قصد کیا تو مکہ والوں نے حضرت کو وہاں آنے سے روکا حضرت نے اُن سے صلح کر لی کہ آیندہ سال آکر عمرہ کی قضا کرینگے مگر مکہ میں تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہرینگے۔ جب آیندہ سال حضرت داخل مکہ معظمہ ہوئے اور تین دن گزر گئے تو اہل مکہ حضرت علی کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اپنے پیغمبر صاحب سے کہئے کہ مدت گزر گئی اب یہاں سے تشریف لیجایئے تو حضرت صلعم واپس چلے آئے انتہیٰ اسی مضمون کی حدیث پارہ ۱۲ کتاب الجہاد باب المصالحۃ علی ثلثۃ ایام (صفحہ ۱۸۱) و پارہ ۱۷ کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء (صفحہ ۲۳) میں بھی ہے۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس طرح بادشاہ تک کوئی بات پہونچائی جاتی ہے تو وزیر ہی کے ذریعہ سے اُسی طرح اہل مکہ نے بھی آنحضرت صلعم سے جو کہنا چاہا اُسکو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان یا اور کسی صحابی کے ذریعہ سے نہیں کہا بلکہ خاص حضرت علی کے ذریعہ سے کہا کیونکہ وہ جانتے تھے اور اُنھیں اچھی طرح یاد تھا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علی کو ابتداء دعوت اسلام ہی کے وقت اپنا خلیفہ اور وزیر مقرر کرکے عام منادی کر دی تھی جب سنہ بعثت میں آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو آنحضرت صلعم نے مکہ والوں کو جمع کرکے اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کون شخص اس کام میں میری اعانت کریگا تاکہ میں اُس کو آج ہی سے اپنا وزیر و خلیفہ مقرر کر دوں؟ پورے مجمع سے کوئی نہیں بولا۔ صرف حضرت علی بار بار کہتے رہے کہ میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں تب آنحضرت صلعم نے آپکو گلے سے لگا لیا اور فرمایا دیکھو یہ میرا بھائی میرا وزیر میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم سب اسکی ہر بات ماننا اور اطاعت کرنا (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۲ تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۶۶۳ وغیرہ) پھر کسی کو کیا حق ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کے بعد حضرت علی کو اس تیس سال (سنہ بعثت سے سنہ بعثت تک ۱۳ سال مکہ معظمہ میں اور ۱۱ سال مدینہ منورہ میں) کی خلافت سے معزول کر دے؟۔

حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کا واقعہ

پارہ ۲۵ کتاب الاستیذان باب من نظر فی کتاب من یحذر علی المسلمین (صفحہ ۲۵۳) میں ہے عن علی قال بعثنی رسول اللہ ؐ والزبیر بن العوام وابا مرثد الغنوی وکلنا فارس فقال انطلقوا حتی تاتوا روضۃ خاخ فان بہا امرأۃ من المشرکین معہا صحیفۃ من حاطب بن ابی بلتعۃ الی المشرکین قال فادرکناہا تسیر علی جمل لہا حیث قال لنا رسول اللہ ؐ قال قلنا این الکتاب الذی معک قالت مامعی کتاب فانخنا بہا فابتغینا فی رحلہا فما وجدنا شیئا۔ قال صاحبی ما نری کتابا قال قلت لقد علمت ماکذب رسول اللہ ؐ والذی یحلف بہ لتخرجن الکتاب اولاجردنک۔ قال فلما رأت الجد منی اھوت بیدہا الی حجزتہا وھی محتجزۃ بکساء فاخرجت الکتاب قال فانطلقنا بہ الی رسول اللہ ؐ یعنی حضرت علیؑ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ (جب آنحضرت صلعم نے سنہ میں فتح مکہ کا ارادہ کیا اور اپنے لشکر سے کہا کہ اُدھر چلنے کا سامان کرو) رسولخدا صلعم نے مجھکو اور زبیر بن العوام اور ابومرثد غنوی کو ایک طرف بھیجا۔ ہم سب سوار تھے اور ہملوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ جب روضۂ خاخ تک پہنچوگے تو وہاں تمکو مشرکین کی ایک عورت ملیگی اس کے پاس ایک خط ہے جس کو یہاں (مدینہ) سے (میرے صحابی) حاطب بن ابی بلتعہ نے (مکہ کے کافروں اور) مشرکین کی طرف لکھا ہے (اور اس خط میں میرا راز فاش کرکے ان لوگوں کو مطلع کر دیا ہے کہ میں جلد فتح مکہ کیلئے وہاں آنے والا ہوں تم لوگ جاکر اس عورت سے اس خط کو لیلو) تو ہملوگ اُس طرف روانہ ہوئے جس مقام کو حضرت رسولخدا صلعم نے معین کرکے فرمایا تھا کہ فلاں جگہ وہ عورت ملیگی وہیں پہنچکر دیکھا کہ وہ ایک اونٹ پر سوار چلی جارہی ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہملوگوں نے اُس عورت سے لیکر دریافت کیا کہ تیرے ساتھ جو خط ہے وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا میرے پاس تو کوئی بھی خط نہیں ہے! تب ہم لوگوں کو خط وغیرہ کے قسم کی کوئی چیز نہیں ملی۔

تب میرے دونوں ساتھیوں (زبیر اور ابو مرثد غنوی) نے کہا کہ ہم لوگوں کے خیال میں تو اس عورت کے پاس کوئی بھی خط نہیں ہے۔ مگر میں (یعنی حضرت علی) نے کہا مجھے یقیناً معلوم ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کبھی غلط خبر نہیں دیسکتے ہیں اسکے پاس ضرور خط ہوگا (پھر حضرت علی نے اس عورت سے کہا کہ) خدا کی قسم تو ابھی وہ خط نکالدے ورنہ میں تجھکو برہنہ کردونگا۔ جب اُس عورت نے میرا یہ غضب دیکھا تو اپنا ہاتھ اپنی کمر کی طرف بڑھایا اور وہ خط نکالکر دیدیا۔ ہملوگ وہ خط لیکر آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے انتہٰے۔ اسی مضمون کی حدیث پارہ ۱۱ کتاب الجہاد باب من الکتتب فی جلبش (صفحہ ۱۱۴) و پارہ ۱۶ کتاب المغازی باب فضل من شہد بدرا۔ (صفحہ ۱۴) و پارہ ۱۷ کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح (صفحہ ۱۳۱) و پارہ ۲۰ کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ الممتحنہ (صفحہ ۳۰۶) اور پارہ ۲۸ کتاب استتابۃ المعاندین باب ماجاء فی المتاولین (صفحہ ۴۴۴) میں بھی ہے۔ فرق صرف دو ہے ایک یہ کہ بعض روایتوں میں حجزۃ (کمر) کا لفظ ہے اور زیادہ روایتوں میں عقاص کا لفظ ہے چنانچہ صحیح بخاری مطبوعہ دہلی کے پارہ ۱۶ میں جو روایت ہے اسپر یہ حاشیہ دیا ہوا ہے قولہ حجزتہا بضم الحاء وسکون الجیم وبالزای ای معقد الازار وفی روایۃ من عقاصہا وھو بکسر العین جمع عقیصۃ وھی الشعر المضفور والجمع بین الروایتین ان عقیصتہا طویلۃ بحیث تصل الی حجزتہا فربطتہا فی عقیصتہا وغرزتہا بحجزتہا۔ یعنی اس روایت میں لفظ حجزہ[سلہ] ہے اور بعض روایتوں میں لفظ عقاص ہے جس کے معنی سر کے بالوں کی چوٹی ہے۔ اب دونوں روایتوں میں جمع کی صورت یہ ہے کہ اُس عورت کی چوٹی اتنی لمبی تھی کہ اُس کے کمر تک پہنچ جاتی۔ تو اس نے اپنی چوٹی کو کمر میں باندھ لیا تھا اور اس خط کو اُسی چوٹی کے

سلہ انوار اللغۃ پارہ ۶ صفحہ ۲۵ میں لفظ حجزہ کی یہ تحقیق لکھی ہے "ان الرحم اخذت بحجزۃ الرحمان ناطے نے پروردگار کا وہ مقام تھا جہاں ازار باندھتے ہیں۔ والنبی اخذ بحجزۃ اللہ پیغمبر اللہ کی کمر تھامے ہوئے ہے" ۱۲۔

اندر تہ میں چھپا لیا تھا۔ اور انوار اللغۃ پارہ ۱۰ صفحہ ۱۹۳ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خط اس کی چوٹی ہی میں تھا لکھتے ہیں "فاخرجت الکتاب من عقاصہا۔ آخر اوس نے اپنی چوٹیوں میں سے وہ خط نکالکر دیا جو حاطب بن ابی بلتعہ نے اوس عورت کے ہاتھ مکہ کے مشرکوں کو لکھکر بھیجا تھا"۔ اور دوسرا فرق یہ ہے کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علی ع نے اس عورت کو اجر دنگ (برہنہ کردینے) کی دھمکی دی اور بعض روایتوں میں قتل کردینے کی دھمکی دی چنانچہ پارہ ۲۸ کی روایت کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری پارہ ۲۸ صفحہ ۴۴۴ میں لکھتے ہیں وفی روایۃ ابن فضیل او لاقتلنک کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علی نے اسکو ڈرانے کو کہا میں ابھی تجھکو قتل کرتا ہوں۔ ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر المومنین کو حضرت رسولخدا صلعم کی سچائی کا ایسا یقین تھا کہ باوجودیکہ باقی صحابہ نے کہدیا کہ اس عورت کے پاس خط نہیں ہے اور وہ عورت بھی انکار کر رہی ہے۔ تلاشی بھی پوری لیلی گئی مگر حضرت کسی بات کو نہیں ملنتے اور یہی فرماتے ہیں کہ رسولخدا صلعم کی خبر کا غلط ہونا محال ہے اگر اس کے پاس خط نہ ہوتا تو حضرت کبھی ایسا نہیں فرماتے اور آخر تلوار کھینچکر قتل کا خوف دیکر خط حاصل ہی کرلیا۔ جو لوگ دوسرے صحابہ کو حضرت علی کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اب اُنھیں غور کرنا چاہیئے کہ باقی دونوں صحابی تلاشی لینے کے بعد حضرت علی سے کہتے ہیں کہ خط اس کے پاس نہیں ہے یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے غلط خبر دی لیکن حضرت علی خط نہ پانے پر بھی یہی فرماتے جاتے ہیں کہ یقیناً اس کے پاس خط ہے ہمارے پیغمبر کبھی غلط خبر نہیں کہہ سکتے!! یہاں حضرت امیر المومنین کے اعتقاد اور حضرت عمر کے اعتقاد میں فرق کرنا بھی آسان ہے کہ حضرت علی تو خط نہ ملنے پر یہی فرماتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر غلط خبر نہیں دیسکتے اور صلح حدیبیہ میں حضرت عمر اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ (تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۷۷) اور بقول روضۃ الاحباب آپنے فرمایا وما شککت فی نبوۃ محمد کشکی یوم الحدیبیہ کہ جیسا شک مجھکو آنحضرت ص کی نبوت میں صلح حدیبیہ کے دن ہوا اس طرح کا

شک مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ (روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۵۸) اور جب دونوں بزرگوں کے اعتقاد کا فرق معلوم ہو جائیگا تو یہ فیصلہ بھی آسان ہوگا کہ حضرت رسولخدا صلعم کے بعد خلافت کے لئے کون بزرگ زیادہ سزاوار تھے۔

وحی سے خصوصیت پارہ ۱۲ کتاب الجہاد باب فکاک الاسیر (صفحہ ۱۲۵) میں ہے عن ابی جحیفہ قال قلت لعلی ھل عندکم شئی من الوحی الا ما فی کتاب اللہ۔ یعنی ابو جحیفہ نے حضرت علی سے دریافت کیا کہ قران مجید کی آیات کے علاوہ بھی وحی کی کچھ چیزیں آپکے پاس ہیں؟ یہی حدیث پارہ ۲۸ کتاب الدیات باب العاقلۃ (صفحہ ۱۴۱) میں بھی ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ حضرت علی کو وحی سے ایسی خصوصیت تھی کہ صحابہ آکر حضرت سے دریافت کرتے کہ کیا قرآن کے علاوہ بھی آپکے پاس وحی کا کوئی ذخیرہ ہے؟ لیکن کسی دوسرے صحابی سے لوگوں کا یہ سوال نہیں ہوتا جس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی اس حیثیت سے بھی کل صحابہ سے افضل تھے۔ پس آپ کو چھوڑ کر دوسروں کو خلیفہ ماننا کب مناسب ہے!

سب سے بڑے عالم پارہ ۱۸ کتاب التفسیر باب ما ننسخ من آیۃ (صفحہ ۱۱۰) میں ہے قال عمر اقرأنا أبیّ واقضانا علی یعنی حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم لوگوں میں سب سے بڑے قاری أبیّ اور سب سے بڑے عالم حضرت علی ہیں۔ اور پارہ ۲۰ کتاب التفسیر باب القراء (صفحہ ۳۴۴) میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عمر کے قول کے مطابق حضرت علی سب سے زیادہ عالم اور سب سے صحیح فیصلہ کرنیوالے تھے اسی وجہ سے حضرت عمر بار بار فرمایا کرتے لولا علی لھلک عمر یعنی اگر حضرت علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا (ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۲۶۸) بلکہ حضرت عمر کو انکے عہد خلافت میں قرآن وحدیث کے متعلق جب کوئی مسئلہ پیش آتا اور وہ آپ سے حل نہ ہوتا تو آپ حضرت علی ہی کی طرف رجوع کرتے اور حضرت علی بات کی بات میں ان مشکل مسئلوں کو پانی کی طرح حل کر دیتے تھے وکان یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابو الحسن یعنی جس مشکل مسئلہ کے حل کرنے کے لئے حضرت علی موجود نہ ہوتے اس سے

حضرت ہمیشہ خدا کی پناہ مانگا کرتے (ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۱۶۹) اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۵۹ میں ہے عبداللہ بن عباس کہتے تھے کہ آدمیوں کے علم کے پانچ حصے ہیں اُن میں سے ۴ حصے تو خاص حضرت علی کے ہیں ایک (پانچویں) حصہ میں دنیا کے کل آدمی ہیں مگر اس حصہ میں بھی حضرت علی شریک ہیں۔ اور انوار اللغۃ پارہ ۱۰ صفحہ ۱۳۵ میں ہے۔ "وقد جاءتہ مسألۃ مشکلۃ فقال معضلۃ ولا ابا حسن لھا۔ معویہ کے سامنے ایک مشکل مسئلہ پیش ہوا تو کہنے لگے بڑا مشکل مسئلہ ہے اور کوئی ابو الحسن اسکو حل کرنے کے لئے نہیں ہے یعنی حضرت علی کے مانند کوئی ایسا عالم موجود نہیں ہے جو اس سوال کا جواب دے۔ حالانکہ معویہ حضرت علی سے دشمنی اور بغض رکھتے تھے مگر انکے علم وفضل کے قائل اور معترف تھے الفضل ما شہدت بہ الاعداء"۔ اور اسی صفحہ میں یہ بھی ہے "اعوذ باللہ من کل معضلۃ لیس لھا ابو حسن۔ حضرت عمر نے کہا اللہ کی پناہ اوس مشکل مسئلہ سے جس کے حل کرنے کے لئے ابو الحسن یعنی حضرت علی موجود نہ ہوں۔ مترجم (یعنی مولوی وحید الزمان خاں صاحب حیدر آبادی) کہتا ہے یہاں سے حضرت علی کا تبحر علمی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عمر رض نے جو دین کے بڑے عالم تھے اور دوسرے جلیل القدر صحابہ نے مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کیا۔ حاصل یہ ہے کہ جیسے آپ فنون حرب اور سپاہ گری اور شجاعت اور بہادری میں طاق تھے ویسے ہی علوم شریعت اور طریقت میں بھی مرجع آفاق تھے رضی اللہ عنہ" اور واضح ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کی خلافت کا بڑا کام یہی ہے کہ خلیفہ لوگوں کو صحیح علم بتائے اور مسائل وقضاء میں لوگ اسکی طرف رجوع کریں (اور یہ صفت حضرت علی ہی میں تھی) پھر حضرت رسولخدا صلعم کے بعد حضرت علی کو خلیفہ سمجھنا چاہئے یا دوسرے لوگوں کو؟ حالانکہ خدا نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات میں علم کی مدح اور جہل کی مذمت کی ہے پارہ ۳ سورہ بقرہ آیت ۲۶۹ میں ہے۔ یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ یعنی خدا جسکو چاہتا ہے علم وحکمت عطا فرماتا ہے اور جسکو خدا کی طرف سے علم وحکمت کی دولت ملتی ہے تو اسمیں شک

نہیں کہ اسے خوبیوں کی بڑی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت ۶ میں ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یعنی خدا اور اُن لوگوں کے سوا جو علم میں بڑے پایہ پر فائز ہیں اس کا اصلی مطلب کسی کو معلوم نہیں ہے اور پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت ۱۸ میں ہے شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ واولوا العلم یعنی ضرور خدا اور فرشتوں اور علم والوں نے گواہی دی ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے خدا اور فرشتوں کیساتھ صحابہ نہیں کئے گئے ہیں بلکہ علم والے رکھے گئے ہیں جن میں انبیاء اور ائمہ داخل ہیں۔ اور پارہ ۲۲ سورہ فاطر آیت ۲۵ میں ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی اسکے سوا اور کوئی بات ہی نہیں ہے کہ خدا سے وہ لوگ ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہوتے ہیں (معلوم ہوا کہ جاہل خدا سے نہیں ڈرتا پس اگر کوئی جاہل شخص خلیفہ بنا دیا جائے تو وہ بھی خدا سے نہیں ڈریگا) اور پارہ ۲۳ سورۃ الزمر آیت ۹ میں ہے قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اے رسول تم ذرہ انلوگوں سے پوچھو کہ جو لوگ جاہل ہیں کیا وہ عالموں کے برابر ہو جا سکتے ہیں؟ (یعنی ہرگز نہیں ہو سکتے) اور پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ آیت ۱۱ میں ہے۔ یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات یعنی تم میں سے جو ایمان دار ہیں اور جنکو علم عطا کیا گیا ہے اللہ اُن کے درجوں کو بلند کرکے رہیگا۔ غرض اسی طرح خدا نے برابر علم کی خوبی بیان کی ہے بلکہ علم ہی کی وجہ سے وہ کسی کو نبی یا خلیفہ یا پیشوا بناتا ہے جب اُس نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانیوالا ہوں فرشتوں نے عرض کی کہ اے خدا ایسا کیوں کرتا ہے ہملوگ تو حاضر ہی ہیں جو تیری تعریف سے تسبیح کرتے اور تیری پاکیزگی ثابت کرتے ہیں۔ تو خدا نے انکی (فرشتوں) کی بات نہیں مانی اور حضرت آدم کو زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کر دیا اُس وقت جو صفت آپ میں فرشتوں سے زائد پیدا کی جس کی وجہ سے آپ کو فرشتوں پر ترجیح ہو گئی وہ یہی علم کی فضیلت تھی وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملئکۃ

فقال انبئونی باسماء ھؤلاء ان کنتم صادقین یعنی خدا نے حضرت آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے پھر انکو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تم اپنے دعوے میں کہ ہم مستحق خلافت ہیں سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔ اسی طرح طالوت کی بارے میں پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت ۲۴۷ میں فرماتا ہے وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا قالوا انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال۔ قال ان اللہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم یعنی بنی اسرائیل کے نبی نے اُن لوگوں سے کہا کہ بیشک خدا نے طالوت کو تمھارا بادشاہ مقرر کیا ہے تو وہ سب کہنے لگے اسکی حکومت ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ سلطنت کے حقدار اس سے زیادہ ہم ہیں کیونکہ اسے مال کے اعتبار سے بھی فارغ البالی نصیب نہیں ہے تو نبی نے اُن سے کہا کہ خدا نے اسکو اس وجہ سے تمھارا بادشاہ بنایا کہ علم اور جسم کا پھیلاؤ اسی کا زیادہ کیا ہے۔ پھر حضرت رسولخدا صلعم کے بعد خلافت کے وقت مسلمان اس معیار سرداری و پیشوائی کو کیوں ترک کرتے اور حضرت علی کو چھوڑ کر دوسرے حضرات کو کیوں خلیفہ مانتے ہیں؟۔

حضرت عمر کو تعلیم کیا

پارہ ۷ کتاب المناسک باب ماذکر فی الحجر الاسود صفحہ ۱۰۰ میں ہے۔ عن عمر انہ جاء الی الحجر الاسود فقبلہ فقال انی لاعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رایت النبی صلعم یقبلک ما قبلتک یعنی حضرت عمر نے حجر الاسود کا بوسہ لیکر کہا میں جانتا ہوں کہ تو نہ نقصان پہونچائیگا اور نہ نفع۔ اگر میں رسولخدا صلعم کو تیرا بوسہ لیتے نہ دیکھتا تو میں بھی ہرگز بوسہ نہ لیتا انتہے اسکی شرح میں علامہ ابن حجر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ان عمر لما قال ھذا قال لہ علی بن ابیطالب انہ یضر وینفع .... وقد سمعت رسول اللہ صلعم یقول یوتی یوم القیامۃ بالحجر الاسود ولہ لسان ذلق یشھد لمن استلمہ بالتوحید۔ یعنی حضرت عمر نے یہ کہا تو فوراً حضرت علی نے انکو بتایا کہ انکا یہ خیال غلط ہے اور یہ کہ حجر اسود بروز قیامت نقصان بھی پہونچائیگا اور نفع بھی خود حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ قیامت

میں حجر اسود لایا جائیگا تو اسکو ایک تیز زبان خدا کی طرف سے دیجائیگی اور جن لوگوں نے خدا کو ایک مان کر اس کا بوسہ لیا ہوگا یہ اُنکی گواہی دیگا۔ اس سے واضح ہوا کہ خدا کی مخلوقات و مصنوعات و احکام و آداب کے بہتر جاننے والے اور احادیث و شرایع حضرت رسول خدا صلعم کے زیادہ واقف حضرت علی ہی تھے اگر آپ نہ ہوتے تو اسلام کی خصوصیات بالکل مٹ جاتیں۔

حضرت علی کی دشمنی

پارہ ۱۸ کتاب المغازی باب بعث علی ابن ابی طالب (صفحہ ۶۳) میں ہے۔ عن عبد اللہ بن بریدہ عن ابیہ قال بعث النبی علیاً الی خالد لیقبض الخمس وکنت ابغض علیا وقد اغتسل فقلت لخالد الا تری الی هذا۔ فلما قدمنا علی النبی ص ذکرت ذلك له فقال یا بریدہ اتبغض علیا۔ فقلت نعم۔ قال لا تبغضه فان له فی الخمس اکثر من ذلك یعنی بریدہ کہتے ہیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علی کو خالد بن الولید کے یہاں خمس وصول کرنے کے لئے بھیجا اور میں حضرت علی سے دشمنی رکھتا تھا۔ آپ نے غسل کیا تو میں نے خالد سے کہا انکو دیکھتے نہیں ہو؟ پھر ہم لوگ آنحضرت ص کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے حضرت ص سے اس واقعہ کا ذکر کر دیا۔ حضرت نے فرمایا اے بریدہ! کیا تم علی سے دشمنی رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یا حضرت! اسپر آپ نے فرمایا اُن سے ہرگز دشمنی نہ رکھنا اور اُن کا حصہ تو اس خمس میں اس سے بھی زیادہ ہے۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں۔ قال فما کان احد من الناس احب الی من علی واخرج احمد هذا الحدیث من طریق اجلح الکندی عن عبد اللہ بن بریدہ بطوله وزاد فی اخرہ لا تقع فی علی فانه منی وانا منه وهو ولیکم بعدی۔ یعنی اس کے بعد حضرت رسولخدا صلعم نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے دنیا بھر میں کوئی شخص علی سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور احمد نے اس حدیث کو اس سے بھی زیادہ روایت کی ہے جس کے آخر میں آنحضرت ص نے فرمایا کہ علی پر اعتراض نہ کرو وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور وہ میرے بعد تمھارے سردار

حاکم اور پیشوا ہیں۔ یہ حدیث کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو اپنے بعد مسلمانوں کا ولی کہا ہزاروں کتب حدیث اہلسنت میں ہے جامع ترمذی میں جو صحاح ستہ میں داخل ہے ایک روایت اس طرح ہے کہ حضرت غضبناک ہو کر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ما تریدون من علی ما تریدون من علی ما تریدون من علی ان علیا منی وانا منه وهو ولی کل مومن بعدی۔ یعنی تم لوگ علی کے بارے میں کیا چاہتے ہو۔ تم سب علی کے متعلق کیا خیال کرتے ہو تم لوگ علی سے کیا ارادہ کرتے ہو (جانتے نہیں کہ) یقیناً علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے حاکم اور پیشوا ہیں (مطبوعہ دہلی صفحہ ۴۰۹) اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ سے ۴۰۵ تک بھی یہ حدیث بھری پڑی ہے۔ حضرات اہلسنت اس ولی کا معنی دوست بتاتے ہیں یعنی آنحضرت ص نے فرمایا علی میرے بعد تم لوگوں کے دوست ہیں۔ مگر معمولی عقل والا آدمی بھی یہی کہیگا کہ حضرت علی کی دوستی کو آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعد کیا تعلق ہے؟ کیا حضرت رسولخدا صلعم کی زندگی میں حضرت علی لوگوں کے دوست نہیں تھے؟ کیا حضرت رسولخدا صلعم نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ میری زندگی میں علی تمھارے دشمن رہیں اور میرے انتقال کے بعد تمھارے دوست ہو جائیں؟ کسی کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے؟ یقیناً یہی ماننا پڑیگا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ولی کا لفظ اُنہی معنے میں استعمال کیا جس معنے میں قرآن مجید نے خدا کو حضرت رسول م کو اور حضرت علی کو ولی کہا ہے پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت ۵۰ میں ہے۔ انما ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وهم راکعون اے ایماندار و یقیناً تمھارے سرپرست اور حاکم یہی ہیں خدا اور اس کا رسول اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔ یہ آیت باتفاق مفسرین شیعہ و سنی موافق و مخالف حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی [1] جب حضرت نے نماز پڑھتے ہوئے اپنی قیمتی انگوٹھی سائل کو

[1] دیکھو تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۱۸ و تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۔

خیرات دیدی تھی انتہٰی۔ غرض حضرت رسولخدا صلعم کا اپنی متعدد حدیثوں میں بار
بار فرمانا ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مؤمن من بعدی کہ علی مجھ سے ہیں
اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی (حاکم اور پیشوا) ہیں اور
اس میں بعدی "میرے بعد" کی قید لگانا صاف بتاتا ہے کہ حضرت علی چونکہ حضرت
رسولخدا صلعم کی زندگی میں مسلمانوں کے حاکم اور پیشوا نہیں تھے بلکہ اُس وقت کے
حاکم اور پیشوا خود حضرت رسولخدا صلعم تھے اس وجہ سے حضرت رسولخدا صلعم
نے یہ نہیں فرمایا کہ علی میری زندگی میں مسلمانوں کے ولی (حاکم اور پیشوا) ہیں۔ اور
چونکہ خدا نے آنحضرتؐ کے بعد مسلمانوں کا حاکم اور پیشوا حضرت علی ہی کو مقرر فرمایا
تھا لہذا حضرت رسولخدا صلعم برابر اعلان فرماتے رہے کہ سب مسلمان اس کو سمجھ
رکھیں کہ میرے بعد انکے ولی یعنی حاکم اور پیشوا علی ہیں نہ کوئی اور۔ اور خدا نے
شب معراج بھی حضرت رسولخدا صلعم پر وحی فرمادی تھی کہ تمہارے بعد علی ہی
مسلمانوں کے سردار اور پیشوا ہیں کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ میں ہے
آنحضرت صلعم نے فرمایا لما عرج بی الی السماء انتھی بی الی قصر من لؤلؤ فراشه
ذهب یتلألأ فاوحی الی ربی فی علی ثلث خصال انه سید المسلمین وامام
المتقین وقائد الغر المحجلین کہ جب مجھے آسمان پر معراج ہوئی تو میں ایسے
قصر میں داخل کیا گیا جس کا فرش سونے کا تھا خوب چمک رہا تھا اسوقت
خدا نے مجھے بذریعہ وحی مطلع فرمایا کہ علی کی تین (بے مثل) صفتیں ہیں ایک
یہ کہ وہ (تمہارے بعد) تمام مسلمانوں کے سردار ہیں دوسرے یہ کہ وہ متقیوں
کے امام ہیں تیسرے یہ کہ وہ نورانی چہروں والے مومنین کے پیشوا ہیں۔

وضو حضرت علیؑ | پارہ ۲۳ کتاب الاشربہ باب الشرب قائما صفحہ ۳۶۲
میں ہے۔ سمعت النزال بن سبرة یحدث عن علی ابن ابی طالب انه صلی
الظهر ثم قعد فی حوائج الناس فی رحبة الکوفة حتی حضرت صلوٰة العصر
ثم اُتی بماء فشرب وغسل وجهه ویدیه وذکر راسه ورجلیه۔ یعنی

نزال بن سبرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے کوفہ میں نماز عصر کے لئے وضو
کیا تو اپنا مُنہ اور ہاتھ دھویا اور اپنے سر اور دونوں پاؤں کو یاد کیا انتہٰی
یاد کرنے کا مطلب علامہ ابن حجر اسی حدیث کی شرح میں اور اسی صفحہ میں یہ
لکھتے ہیں فاخذ منه کفا فمسح وجهه وذراعیه وراسه ورجلیه وکذلک
عند الطیالسی فغسل وجهه ویدیه ومسح علی راسه ورجلیه ومثله فی
روایة عمرو بن مرزوق عند الاسماعیلی ویؤخذ منه انه فی الاصل
ومسح علی راسه ورجلیه وان ادم توقف فی سیاقه فعبر بقوله وذکر راسه
ورجلیه۔ یعنی حضرت علیؑ نے چلو میں پانی لیکر اپنا مُنہ اور دونوں ہاتھ دھویا
اور اپنے سر اور دونوں پاؤں پر مسح کیا۔ اسی طرح طیالسی کی کتاب میں بھی ہے
کہ حضرت علیؑ نے اپنا مُنہ اور دونوں ہاتھ دھویا اور اپنے سر اور دونوں پاؤں
پر مسح کیا اور اسی کے مثل عمرو بن مرزوق کی روایت میں بھی اسماعیلی کے نزدیک ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں بھی در اصل یہی تھا کہ حضرت علی نے
اپنے سر اور دونوں پاؤں پر مسح کیا مگر صحیح بخاری کی اس روایت کے راوی
آدم نے اس کے سیاق میں کچھ توقف کیا تو اس کو بدلکر یوں بیان کردیا کہ
حضرت علی نے اپنے سر اور پاؤں کو یاد کیا حالانکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ (پھر
اپنے سر اور پاؤں پر مسح کیا) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی بھی حضرت رسولخدا
صلعم کی طرح وضو میں پاؤں دھوتے نہیں تھے بلکہ اس پر مسح کرتے تھے۔ اور
یہی خدا کا بھی حکم ہے جو قرآن مجید پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت ۶ میں یوں ہے یا ایھا
الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰة فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا
برؤسکم وارجلکم الی الکعبین یعنی اے ایماندارو جب تم نماز کے لئے آمادہ
ہو تو اپنے مُنہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور اپنے سروں کا اور دونوں
پاؤں کا مسح کرلیا کرو مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے کہ وضو میں پاؤں پر مسح کرنا
چاہئے امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۷۲ میں لکھتے ہیں "اسمیں اختلاف ہے

کہ پاؤں کا مسح کرنا چاہئے یا اسکو دھونا چاہئے قفال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس انس بن مالک عکرمہ شعبی اور ابو جعفر محمد بن علی باقرؑ سے روایت کی ہے کہ وضو میں پاوں پر مسح کرنا ہی واجب ہے" پس جو لوگ وضو میں پاؤں دھوتے ہیں معلوم نہیں وہ کس دلیل سے ایسا کرتے ہیں اور ان کا وضو کیسے صحیح ہو سکتا ہے

حضرت رسولخدا صلعم اور حضرت علےؑ

پارہ ۱۴ کتاب المناقب باب مناقب علیؑ (صفحہ ۳۸۶) میں ہے۔ قال النبی صلعم لعلی انت منی وانا منک یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ یہی مضمون پارہ ۱۰ کتاب الصلح باب کیف یکتب ہذا ما صالح (صفحہ ۵۸۰) اور پارہ ۱۷ کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء (صفحہ ۲۴) میں بھی ہے یہ بھی حضرت علی کی ایسی فضیلت ہے جو دنیا میں کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکی (حاصل ہوئی تو آپ ہی کے فرزند امام حسینؑ کو) جس طرح روح کے ساتھ بدن اور بدن کے اندر روح ہو کر دونوں میں کمال اتحاد ہو جاتا ہے اسی طرح حضرت رسولخدا صلعم اور حضرت علی یک روح دو قالب سے تھے بلکہ خدا نے تو حضرت علی کو آنحضرت صلعم کی روح فرما کر خود سمجھا دیا ہے کہ دونوں بزرگ آپس میں کیا تھے پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت ۶۱ میں ہے۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین یعنی جب تمہارے پاس علم آچکا اسکے بعد بھی اگر تم سے کوئی حجت کرے تو کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب گڑگڑا کر دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں خدا نے حضرت امام حسن و امام حسینؑ کو آنحضرتؐ کے فرزند جناب سیدہؑ کو آنحضرت کی نساء اور جناب امیرؑ کو آنحضرت کی جان کہا ہے۔ اس حکم سے حضرت علیؑ کی

بڑی فضیلت نکلی کہ نفس رسول اور تمام انبیاء سے افضل ٹھہرے (تفسیر بیضاوی جلد اول صفحہ ۱۱۸ و تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۷۰۰) اب قابل غور یہ امر ہے کہ جس بزرگ کو خدا نے حضرت رسولخدا صلعم کا نفس قرار دیا ہو جو لوگ اسکو چھوڑ کر دوسروں کو خلیفہ رسول صلعم سمجھتے ہیں وہ بروز قیامت خدا اور رسول کو کیا جواب دینگے

حدیث رایۃ

پارہ ۱۷ کتاب المغازی باب غزوہ خیبر (صفحہ ۹) میں ہے۔ ان رسول اللہ صلعم قال یوم خیبر لاعطین ہذہ الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ قال فبات الناس یدوکون لیلتہم ایہم یعطاہا فلما اصبح الناس غدوا علی رسول اللہ صلعم کلہم یرجون ان یعطاہا فقال این علی ابن ابی طالب فقالوا ہو یا رسول اللہ یشتکی عینیہ قال فارسلوا الیہ فاتی بہ فبصق رسول اللہ صلعم فی عینیہ ودعا لہ فبرء حتی کان لم یکن بہ وجع فاعطاہ الرایۃ فقال علی یا رسول اللہ اقاتلہم حتی یکونوا مثلنا فقال انفذ علی رسلک حتی تنزل بساحتہم ثم ادعہم الی الاسلام واخبرہم بما یجب علیہم من حق اللہ فیہ فواللہ لان یہدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک من ان یکون لک حمر النعم یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے غزوہ خیبر میں (ایک رات) فرمایا کہ کل صبح کو میں یہ علم ایسے (بہادر) مرد کو دونگا جس کے ہاتھ پر خدا اس کو فتح ہی کر دیگا۔ وہ مرد خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول بھی اس کو دوست رکھتے ہیں۔ یہ خبر سنکر شب بھر کل صحابہ اس میں غلطاں و پیچاں رہے کہ دیکھیں یہ علم کسکو ملتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو صحابہ حضرت کی خدمت

له انوار اللغۃ پارہ ۸ صفحہ ۴۸ میں ہے "فبات الناس یدوکون" آنحضرتؐ نے جنگ خیبر میں فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس سے اللہ محبت رکھتا ہے۔ تو رات بھر صحابہ اسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہے یا باتیں بناتے رہے کہ یہ کون شخص ہے۔ آخر صبح کو آپ نے حضرت علیؑ کو بلایا جھنڈا ان کو دیا اور کیا دوسری روایت میں یوں ہے کہ وہ اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت رکھتے ہیں تیسری روایت میں یوں ہے وہ حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں۔ سبحان اللہ اس حدیث سے جناب امیرؑ کی بڑی فضیلت نکلی کہ وہ محبوب ہیں اللہ و رسول کے۔ اور خارجیوں اور ناصبیوں کا منہ کالا ہوا۔ انتہٰی۔

میں پہنچے سب اس امید میں تھے کہ میں ہی علم لونگا۔ مگر آنحضرت صلعم نے تو
ان لوگوں سے پوچھا کہ علی بن ابیطالب کہاں ہیں؟ سب نے کہا یا حضرت انکی
تو آنکھیں جوش کر آئی ہیں۔ حضرت نے فرمایا اچھا انھیں بلاؤ تو۔ حضرت علیؑ
لائے گئے آنحضرت نے آپکی دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور
دعا کی فوراً مرض جاتا رہا آنکھیں اچھی ہوگئیں گویا کسی قسم کا درد کبھی تھا ہی نہیں
پھر حضرت کو علم مرحمت فرما دیا۔ حضرت علی نے پوچھا یا حضرت جب تک وہ ہمارے
مثل مسلمان نہ ہو جائیں اوس وقت تک میں اُن سے لڑتا جاؤں؟ آنحضرت صلعم
نے فرمایا تم اطمینان سے وہاں جاؤ جب انکے سامنے پہنچو تو اتر کر ان کو اسلام
کی دعوت دو اور خدا کے جو حقوق اُن پر واجب ہیں اُن سے باخبر کرو واسطے
کہ خدا کی قسم تمھارے ذریعہ سے خدا کسی شخص کی ہدایت کر دیگا۔ تو تمھارے لئے
سرخ اونٹوں کی خیرات سے بہتر ہوگا انتہٰے اسی مضمون کی حدیث پارہ ۱۲ کتاب
الجہاد باب دعاء النبی صلعم (صفحہ ۹۶) و پارہ ۱۲ کتاب الجہاد باب ما قیل فی لواء النبیؐ
(صفحہ ۱۰۶) و باب فضل من اسلم علی یدیہ (صفحہ ۱۱۴) و پارہ ۱۴ کتاب المناقب باب
مناقب علیؑ (صفحہ ۳۸۶) میں بھی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر اسی
صفحہ (۹ پارہ ۱۷) میں لکھتے ہیں۔ لاعطین الرایۃ غدا وقع فی ھذہ الروایۃ
اختصار وھو عند احمد والنسائی وابن حبان والحاکم من حدیث بریدہ
بن الخصیب قال لما کان یوم خیبر اخذ ابوبکر اللواء فرجع ولم یفتح لہ فلما
کان الغد اخذہ عمر فرجع ولم یفتح لہ وقتل محمود بن سلمۃ قال النبیؐ لا
دفعن لوائی غدا الی رجل الحدیث۔ یعنی صحیح بخاری کی اس روایت میں واقعہ
کو بہت مختصر کرکے لکھا ہے اور امام احمد و نسائی و ابن حبان و حاکم نے بریدہ بن
خصیب کی روایت سے یوں لکھا ہے کہ جب جنگ خیبر شروع ہوئی تو حضرت
ابوبکر جھنڈا لیکر گئے مگر واپس آئے کہ اُن سے وہ قلعہ فتح نہیں ہوسکا پھر دوسرے
دن حضرت عمر گئے وہ بھی واپس آئے اور قلعہ فتح نہ کرسکے تب آنحضرتؐ نے فرمایا

کہ اچھا اب میں کل ایسے بہادر مرد کو یہ علم دونگا جو اس قلعہ کو فتح کرکے رہیگا وہ
اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اُس کو دوست رکھتے ہیں
اور یحبہ اللہ و رسولہ کی شرح میں لکھتے ہیں وفی روایۃ ابن اسحٰق لیس بفرار
وفی حدیث بریدہ لا یرجع حتی یفتح اللہ لہ کہ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ
آنحضرت نے حضرت علی کے متعلق یہ بھی کہا کہ وہ بھاگنے والا نہیں ہے
اور حدیث بریدہ میں ہے کہ حضرت نے یہ بھی فرمایا جب تک وہ اس قلعہ کو فتح
نہیں کریگا اُس وقت تک واپس نہیں آئیگا اور فنحن نرجوھا کی شرح میں لکھتے ہیں
وعند مسلم من حدیث ابی ھریرۃ ان عمر قال ما احببت الامارۃ الا یومئذ
وفی حدیث بریدہ فما منا رجل لہ منزلۃ عند رسول اللہ صلعم الا وھو یرجو ان
یکون ذلک الرجل حتی تطاولت انا لھا فدعا علیا۔ یعنی صحیح مسلم میں ابوہریرہ
کی یہ حدیث ہے کہ حضرت عمر نے کہا اس دن سے زیادہ مجھے سرداری کی آرزو
نہیں ہوئی اور بریدہ کی حدیث میں ہے کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جسکو حضرت
رسول خدا صلعم کے نزدیک کچھ بھی تقرب ہو اور وہ یہ اُمید نہ رکھتا ہو کہ وہ بہادر
شخص جس کے متعلق آنحضرت صلعم نے اس اہتمام سے پیشین گوئی فرمائی میں ہی ہونگا
یہانتک کہ میں اپنے کو خوب اونچا کرکے ایڑیوں پر کھڑے ہوکر حضرت کو دکھاتا
تھا تاکہ حضرت وہ علم مجھ ہی کو دیدیں۔ مگر آپ نے حضرت علی کو بلایا انتہٰی"۔ مگر حقیر
مصنف عرض کرتا ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اختصار سے کام لیا مثلاً اسکو
نہیں لکھا کہ حضرت عمر دوسرے روز کس طرح واپس آئے تاریخ طبری سیرۃ ابن ہشام
وغیرہ میں ہے "حضرت رسول خدا صلعم نے قلعہ خیبر فتح کرنے کے لئے حضرت عمر کو
جھنڈا دیکر لشکر کے ساتھ روانہ کیا یہ حضرت گئے اہل خیبر سے لڑے اور شکست
کھاکر رسول خدا صلعم کی طرف اس طرح واپس آئے کہ یجبنہ اصحابہ ویجبنھم کہ حضرت
عمر کہتے تھے یا رسول اللہ میرے لشکر والوں نے نامردی کی اور لشکر والے حضرت
عمر پر الزام لگاتے تھے کہ انھیں نے نامردی کی (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ و سیرۃ

اسنی مولوی جلد ۱ صفحہ ۲۸ و ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۴۲) اسکو بھی جاننا مناسب ہے کہ قلعہ خیبر کا
وہ در جسکو حضرت علی نے اکھاڑ پھینکا کس وزن کا تھا۔ اسی حدیث پارہ ۱۱ کی شرح
میں علامہ ابن حجر صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں ان علیا حمل الباب یوم خیبر وانہ جرب بعد
ذلک فلم یحملہ اربعون رجلا یعنی حضرت علی نے جنگ خیبر میں قلعہ کا در اکھاڑ
کر اٹھایا اس کو بعد میں لوگوں نے آزمایا تو چالیس شخص سے بھی اس کا اٹھانا
ممکن نہیں ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلعم نے آخر میں جو فرمایا کہ اے علی تمہارے
ذریعہ سے خدا کسی شخص کی ہدایت کر دیگا الخ۔ تو آنحضرت صلعم کو اپنے صحابہ میں
عامہ ناس کی ہدایت کی امید برابر حضرت علی سے تھی اور اسی وجہ سے آنحضرت نے
بار بار فرما دیا تھا کہ اگر ہمارے صحابہ حضرت علی ہی کو اپنا پیشوا مانیں گے تو صراط مستقیم
پر باقی رہیں گے مشکوۃ میں ہے۔ قیل یا رسول اللہ من نؤمر بعدک قال ان تؤمروا
ابا بکر تجدوہ امینا زاہدا فی الدنیا راغبا فی الآخرۃ وان تؤمروا عمر
تجدوہ قویا امینا لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم وان تؤمروا علیا ولا اراکم
فاعلین تجدوہ ھادیا مھدیا یاخذ بکم الصراط المستقیم یعنی لوگوں نے
حضرت رسولخدا صلعم سے پوچھا کہ یا حضرت آپکے بعد ہم لوگ کس کو اپنا حاکم
اور پیشوا بنائیں؟ فرمایا اگر ابوبکر کو بناؤگے تو انھیں امین، دنیا میں زاہد اور
آخرت کا راغب پاؤگے اور اگر عمر کو بناؤ گے تو انھیں مضبوط اور امین
پاؤگے اللہ کے بارے میں وہ کسی ملامت سے نہیں ڈرینگے۔ اور اگر تم علی ہی
کو اپنا حاکم اور پیشوا بناؤگے تو انھیں ہدایت کرنے والا اور خود بھی ہدایت پر
باقی رہنے والا پاؤگے اور وہی تم لوگوں کو صراط مستقیم پر لے چلیں گے (مشکوۃ
باب مناقب العشرہ مطبوعہ لاہور جلدہ صفحہ ۱۲) اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے
حضرت ابوبکر و عمر کی جو صفت بیان کی اس میں دونوں بزرگوں کے نہ خود
ہدایت پر باقی رہنے کی امید ظاہر کی نہ دوسروں کے ہدایت کرنے کی بلکہ صرف
زاہد، امین، قوی فرماکر خاموشی اختیار کی لیکن حضرت علی کے بارے میں جو کچھ

فرمایا یہ سب پیغمبر کا در رسالت تھا جسکو آنحضرت صلعم کا خلیفہ بلا فصل ہی انجام دے سکتا
ہے یعنی خود گمراہ نہ ہونا اور ہدایت پر باقی رہنا۔ دوسرے مسلمانوں کو ہدایت
پر باقی رکھنا اور کفار کو اسلام کی طرف ہدایت کرنا تیسرے ان لوگوں کو صراط
مستقیم پر لے چلنا۔ اسکے بعد حضرت اپنا صدمہ اور حسرت بھی ظاہر فرما رہے ہیں کہ اے
مسلمانو! میں جانتا ہوں کہ تم علی کو میرے بعد خلیفہ نہیں بناؤگے۔ اگر انصاف سے
دیکھا جائے تو اس حدیث نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ حضرت رسولخدا صلعم کے خلیفہ
بلا فصل حضرت علی ہی تھے۔ کیونکہ حضرت فرما رہے ہیں ولا اراکم
فاعلین یعنی میں جانتا ہوں تم لوگ علی کو اپنا حاکم اور پیشوا نہیں بناؤگے۔
اب دنیا بھر کے مسلمان بتائیں کہ مسلمانوں نے تو خلیفہ سوم کے بعد حضرت علی کو
خلیفہ بنایا پھر آنحضرت صلعم نے کیوں فرمایا کہ "میں جانتا ہوں تم انکو اپنا حاکم
اور پیشوا نہیں بناؤگے"، کیا حضرت رسولخدا صلعم نے معاذ اللہ غلط خبر دی!
نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ حضرت نے اپنے بعد ہی فوراً حضرت علی کو خلیفہ
بنانے کے لئے فرمایا تھا کہ میں جانتا ہوں تم لوگ ہرگز علی کو خلیفہ نہیں بناؤگے
(بلکہ ابوبکر و عمر کو بنا لوگے) لیکن اگر تم ایسا کرو (یعنی میرے متواتر حکم اور نص خدا
کے مطابق میرے بعد ہی علی کو خلیفہ بناؤ) تو خود علی کو ہدایت ہی پر پاؤگے اور وہ
تم لوگوں کو بھی ہدایت ہی پر باقی رکھیں گے اور وہی تم لوگوں کو صراط مستقیم پر
چلا سکتے ہیں۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ اگر حضرت ابوبکر و عمر میں بھی یہ باتیں
پائی جاتیں تو حضرت رسولخدا صلعم ان کے لئے بھی ویسی صفتیں بیان فرماتے
لیکن فرمایا تو صرف یہ کہ وہ زاہد، آخرت کے راغب، امین، قوی، امین فرمایا ہے
ان باتوں کو خلافت اور امت کی ہدایت یا انکو صراط مستقیم پر لے چلنے سے کیا
تعلق ہے؟ اسی مضمون کو جناب عباس اور عتبہ وغیرہ سرداران مسلمین نے اس نظم
میں ذکر کیا ہے جب حضرت علی خلافت سے محروم ہوئے اور لوگوں نے حضرت
ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا تو شاعر نے کہا ہے

ماکنت احسب ان الامر منصرف — عن ھاشم ثم منھم عن ابی حسن
من اول الناس ایمانا و سابقۃ — و اعلم الناس بالقران و السنن
و اخر الناس عہدا بالنبی و من — جبریل عون لہ فی الغسل و الکفن
من فیہ ما فیھم لا یمترون بہ — و لیس فی القوم ما فیہ من الحسن

اس نظم کا ترجمہ بھی کسی نے فارسی میں یہ کیا ہے ؎

ندانم خلافت چرا منصرف شد — ز ہاشم و آنگاہ از بوالحسن
نہ او اولیں مقبل قبلہ بود — نہ او بود عالم بفرض و سنن
نہ اقرب بعہد نبی بود و بود — معین جبرئیلش بہ غسل و کفن
نہ او مجمع حسن اوصاف گشت — ز قدر علی و ز خلق حسن

خلاصہ مطلب یہ کہ شاعر کہتا ہے مجھے تو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ حضرت رسولخدا صلعم کی خلافت بنی ہاشم سے باہر نکل جائیگی اور خصوصاً حضرت علی (واقعی خلیفہ بلافصل آنحضرت صلعم) کے رہتے دوسرے خلیفہ مقرر کرلئے جائینگے۔ وہ حضرت علی جو سب سے پہلے حضرت رسولخدا صلعم پر ایمان لائے تھے اور اشاعت اسلام میں بھی سب پر سبقت حاصل کرچکے ہیں قرآن و احادیث و سنن و آداب رسول صلعم کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔ وہ حضرت علی جو آنحضرت صلعم کی خدمت میں سب سے آخر (حتی کہ قبر میں دفن کرتے وقت) تک رہے ہیں۔ وہ حضرت علی کہ جب آپ حضرت رسولخدا صلعم کو غسل میت دینے اور کفن پہنانے لگے تو حکم خدا سے جناب جبرئیل بھی آکر آپ کی خدمت کرنے لگے۔ وہ حضرت علی جن میں وہ تمام فضائل اور کل خوبیاں موجود ہیں جو دوسروں میں نظر آتی ہیں لیکن آپکے جو فضائل و مناقب ہیں وہ تو مسلمانوں کی پوری قوم میں بھی کہیں نظر نہیں آتے انتہٰی۔ (تاریخ ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۵۶)۔

کیا آپ وصی رسولخدا صلعم تھے؟

پارہ ۱۱ کتاب الوصایا کی چوتھی حدیث (صفحہ ۱۸) میں ہے ذکروا عند عائشہ ان علیا کان وصیا۔ فقالت متی اوصی الیہ

وقد کنت مسندتہ الی صدری او قالت حجری فدعا بالطست فلقد انخنث فی حجری فما شعرت انہ قد مات فمتی اوصی الیہ۔ لوگوں نے حضرت عائشہ کے سامنے ذکر کردیا کہ حضرت علی تو آنحضرت صلعم کے وصی تھے۔ اسپر جناب معظمہ بولیں کہ کب آنحضرت صلعم نے علی سے کوئی وصیت کی؟ میں تو آنحضرت صلعم کو اپنے سینہ سے لگائے یا گود میں لئے ہوئے تھی تو حضرت نے طشت مانگا پھر اسی وقت میری گود میں بے قابو ہوگئے مجھے معلوم بھی نہیں ہوا کہ حضرت انتقال فرماگئے تو حضرت نے علی سے وصیت کب کی؟! انتہٰی۔ یہی حدیث پارہ ۱۸ باب مرض النبی صلعم (صفحہ ۱۰۸) میں بھی ہے۔ اس میں حضرت عائشہ کے انکار فرمانے سے ممکن ہے کسی کو شبہہ ہو کہ واقعاً حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علی کو اپنا وصی مقرر نہیں فرمایا تھا تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عائشہ کو حضرت علی ع کے فضائل سننے یا جاننے میں کبھی دلچسپی نہیں ہوئی حضرت کے فضائل کا کیا ذکر ہے آپ تو حضرت کا نام لینا بھی پسند نہیں فرماتی تھیں چنانچہ اسی صحیح بخاری پارہ اول کتاب الوضو باب الغسل والوضو (صفحہ ۱۵۱) میں ہے ان عائشہ قالت لما ثقل النبی صلعم واشتد بہ وجعہ استاذن ازواجہ فی ان یمرض فی بیتی فاذن لہ فخرج النبی صلعم بین رجلین تخط رجلاہ فی الارض بین عباس و رجل اخر قال عبید اللہ فاخبرت عبد اللہ بن عباس فقال اتدری من الرجل الاخر قلت لا قال ھو علی ابن ابی طالب۔ جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ جب نبی صلعم بیمار ہوئے اور آپ کا مرض سخت ہوگیا تو اپنی بیویوں سے اجازت مانگی کہ حضرت میرے ہی گھر میں رہیں اور میرے ہی گھر آپ کی تیمارداری کی جائے۔ سبھوں نے اجازت دیدی تو نبی صلعم دو آدمیوں پر سہارا لگے نکلے اس طرح کہ آپ کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے تھے وہ دو شخص حضرت عباس تھے اور ایک اور شخص تھا۔ عبید اللہ جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عباس کو اس کی خبر دی تو انھوں نے کہا تم جانتے ہو وہ دوسرا

شخص کون تھا میں نے کہا نہیں۔ انھوں نے بتایا کہ وہ حضرت علی تھے انتہٰے
اس مضمون کی حدیث پارہ ۳ کتاب الاذان باب انما جعل الامام (صفحہ ۳۰۱) و
باب اسمع الناس تکبیر الامام (صفحہ ۳۰۹) و پارہ ۱۸ باب مرض النبی ؐ و وفاتہ
(صفحہ ۱۰۴) و پارہ ۲۳ کتاب الطب (صفحہ ۴۴) اور پارہ ۳ کتاب الاذان باب
حد المریض (صفحہ ۳۰۲) میں بھی ہے۔ ان کل حدیثوں میں حضرت عائشہ نے دو
شخصوں کو بتایا ہے کہ انکے سہارے سے آنحضرت صلعم نکلے مگر ایک شخص کا
نام لیا اور دوسرے شخص (حضرت علی) کا نام کسی حدیث میں نہیں لیا بلکہ رجل
آخر (ایک دوسرا شخص) کہکر بات ختم کردی ہے۔ پارہ ۳ صفحہ ۳۰۲ کی حدیث
کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں زاد الاسماعیلی من روایۃ عبد
الرزاق عن معمر ولکن عائشۃ لا تطیب نفسا لہ بخیر ولابن اسحاق
فی المغازی عن الزہری ولکنہا لا تقدر علی ان تذکرہ بخیر ولم یقف
الکرمانی علی ہذہ الزیادۃ فعبر عنہا بعبارۃ شنیعۃ۔ یعنی اسماعیلی نے عبد
الرزاق کی روایت سے یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ لیکن حضرت عائشہ کے نفس کو
گوارا نہیں تھا کہ حضرت علی کا ذکر کسی خیر سے ہو اور ابن اسحق نے مغازی
میں زہری سے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ اسپر قادر ہی نہیں تھیں کہ حضرت
علی کا کوئی ذکر خیر کریں اور کرمانی اس زیادتی پر مطلع نہیں ہوا اس وجہ سے
اس نے اس کو بری عبارت میں ادا کیا ہے انتہٰے۔ اسی مضمون کی حدیث مسند
احمد بن حنبل مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۲۲۸ وغیرہ میں بھی ہے۔ ان احادیث سے اچھی
طرح معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ سے حضرت علی کے کسی ذکر خیر کی امید نہیں رکھی
جا سکتی۔ پھر آپ کا وصی رسول ؐ ہونا تو نہایت اعلیٰ درجہ کی فضیلت تھی اسکو
جناب معظمہ کیونکر بیان فرماتیں اس کے علاوہ قابل غور یہ امر ہے کہ صحابہ میں
حضرت علی کا وصی رسولخدا صلعم ہونا اس درجہ مشہور تھا کہ وہ خود ہی حضرت
عائشہ تک کے سامنے ذکر کرتے تھے کہ حضرت علی وصی رسول ہیں اور انکار

صرف ایک حضرت عائشہ کرتی تھیں اور معلوم ہے کہ کئی صحابہ کا قول زیادہ
قابل قبول ہے بمقابلہ ایک قول صرف حضرت عائشہ کے۔ تیسری بات یہ دیکھنے
کی ہے کہ ان صحابہ نے حضرت عائشہ سے یہ نہیں کہا کہ آنحضرت صلعم نے
وفات کے قبل حضرت علی کو اپنا وصی مقرر کیا بلکہ وہ تو جانتے تھے کہ شروع
اسلام ہی سے حضرت علی آنحضرت صلعم کے وصی ہیں اور یہ بات تمام مسلمانوں
میں مشہور اور مسلم تھی کیونکہ حضرت رسولخدا صلعم نے تو حضرت علی کو اس وقت
اپنا وصی مقرر کردیا تھا جب حضرت عائشہ پیدا بھی نہ ہوئی تھیں چنانچہ سنہ
بعثت میں جب آنحضرت صلعم کو حکم ہوا کہ وانذر عشیرتک الاقربین اپنے
اعزہ کو اسلام کی دعوت دو تو قال رسول اللہ صلعم یا بنی عبد المطلب
انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ قد امرنی اللہ ان ادعوکم الیہ
فایکم یوازرنی علی ہذا الامر ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی
فیکم قال فاحجم القوم عنہا جمیعا قلت یا نبی اللہ اکون وزیرک
علیہ فاخذ برقبتی ثم قال ہذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا
لہ واطیعوا۔ یعنی جناب رسولخدا صلعم نے اپنے قرابت مندوں کو جمع کرکے
فرمایا کہ میں تمہارے لئے دنیا اور دین کی بھلائی لایا ہوں اور اللہ نے مجھے
حکم دیا ہے کہ تمکو اس کی طرف بلاؤں۔ تم میں سے کون ایسا ہے کہ اس کام
میں میری مدد اور وزارت کرے اور میرا بھائی وصی اور خلیفہ بنے؟ قوم نے
اس کا کچھ جواب نہیں دیا تب حضرت علی نے عرض کی یا نبی اللہ آپ کی نصرت
اور وزارت کے لئے میں حاضر ہوں اسوقت آنحضرت صلعم نے حضرت کی
گردن پر ہاتھ رکھا اور قوم سے خطاب کرکے کہا دیکھو یہ میرا بھائی میرا وصی
اور تملوگوں میں میرا خلیفہ ہے تم سب اس کا حکم سننا اور اطاعت کرنا
(تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۷ و تفسیر خازن
جلد ۳ صفحہ ۳۷۱ و تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۶۶۳ و ابو الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۱۹ و تاریخ

کامل جلد ۲ صـ۲۲ سیرۃ نبویہ برحاشیہ سیرۃ حلبیہ مطبوعہ مصر جلد ۱ صـ۱۹۵ وغیرہ) تو اُس وقت کی بات حضرت عائشہ کو کیونکر معلوم ہوتی آپ نے وصی ہونے کو آخر وقت کی وصیت کرنا سمجھا اور اس سے انکار کیا صحابہ تو لفظ اسم استعمال کر کے کہتے ہیں کہ حضرت علی وصی تھے اور جناب عائشہ فعل ماضی استعمال کر کے فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اُن سے کب وصیت کی حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے وصیت کرنے کو تو صحابہ بھی نہیں کہتے ہیں بلکہ مطلق وصی ہونے کا ذکر تھا رہا وصیت کرنا تو آخر وقت آنحضرت صلعم نے حضرت علی سے وصیت بھی کی ہے جناب شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں " تمامہ ازواج مطہرہ را وصیت کرد بعد ازاں فرمود برادر من علی را بیارید علی بیامد و بر بالین آنحضرت بنشست و سر مبارکش را بر زانوی خویش نہاد و آن سرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ بقرض گرفتہ بودم زنہار کہ حق او را از ذمہ من ادا کنی و فرمود اے علی تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوض کوثر بمن برسی و بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ شوی و صبر کنی و چوں بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی یعنی آنحضرت صلعم نے انتقال کے وقت اپنی ازواج سے وصیت کی پھر حضرت علی کو بلایا اور اپنے سر مبارک کو آپکے زانو پر رکھکر فرمایا اے علی فلاں یہودی کی اتنی رقم میرے ذمہ باقی ہے جس کو میں نے لشکر اسامہ روانہ کرنے کے لئے اس سے قرض لیا تھا دیکھو اس کو تم ضرور ادا کر دینا اور اے علی تم سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آؤ گے اور میرے بعد تم پر بڑے بڑے ظلم ہونگے اوس وقت تم دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا اور جب دیکھنا کہ ان لوگوں نے دنیا کو پسند کر لیا تو تم آخرت کو نہ چھوڑنا اسی کو اختیار کئے رہنا انتہے" اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی سے وصیت بھی کی اور وہ بھی اسلامی

قرض ادا کرنے کی (دیکھو مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ۵۱۱) اب کوئی بتائے کہ اگر حضرت علی کو آنحضرت صلعم نے اپنا خلیفہ نہیں مقرر کر دیا تھا تو اپنا قرض ادا کرنے کو کیوں کہا۔ جو خلیفہ ہوتا وہ ادا کرتا۔ یہ قرض حضرت کی ذات سے تو متعلق تھا ہی نہیں بلکہ لشکر اسامہ کی روانگی کے وقت لیا تھا جو اسلامی قومی قرضہ تھا تو اس کا ادا کرنا بھی حضرت کے عزیز کا کام نہیں تھا بلکہ اسلام کے سردار اور آپکے خلیفہ کا فرض تھا۔ پس چونکہ حضرت علی سنہ بعثت ہی سے آنحضرت صلعم کے وصی اور خلیفہ مقرر ہو چکے تھے اسوجہ سے آنحضرت صلعم نے آخر میں قرض ادا کرنے کی وصیت بھی آپ ہی سے کی نہ کسی اور سے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد تم پر بڑے بڑے ظلم ہونگے لوگ دنیا اختیار کرینگے تم سب پر صبر کرنا اور آخرت ہی اختیار کئے رہنا۔ اب مسلمان غور کریں کہ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت پر وہ کون ظلم ہوئے اور کن لوگوں نے کس طرح دنیا اختیار کر لیا آنحضرت صلعم کی خبر تو کبھی غلط ہو نہیں سکتی۔ بلکہ کنز العمال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے مسلمانوں سے بھی حضرت علی کی پیروی کیلئے وصیت کی تھی جلد ۶ صـ۱۵۵ میں ہے سیکون بعدی فتنۃ فاذا کان ذلک فالزموا علی ابن ابی طالب فانہ الفاروق بین الحق والباطل یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ میرے بعد ہی فتنہ قایم ہو جائیگا تو اسوقت تم سب علی بن ابیطالب سے ملجانا اور انھیں کا ساتھ دینا کہ وہی حق اور باطل کے درمیان فاروق اعظم ہیں انتہے۔ اب ہر مسلمان کو غور کرنا چاہئے کہ حضرت رسولخدا صلعم کے بعد وہ کون فتنہ قائم ہوا جس میں حضرت علی کے ساتھ دینے کی وصیت حضرت فرما رہے ہیں بلکہ آنحضرت صلعم اس خیال سے بعض وقت چیخ مار کر رو پڑتے تھے کنز العمال جلد ۶ صـ۴۰۸ میں ہے بینا رسول اللہ صلعم آخذ بیدی ونحن نمشی فی بعض سکک المدینۃ فمررنا بحدیقۃ فقلت یارسول اللہ ما احسنہا من حدیقۃ فقال لک فی الجنۃ احسن منہا حتی مررنا بالسبع حدایق کل ذلک اقول ما احسنہا ویقول لک فی الجنۃ احسن منہا فلما خلی لہ الطریق اعتنقنی ثم

اجھش باکیا قلت یارسول اللہ ما یبکیک قال ضغائن فی صدور اقوام
لا یبدونہا لک الا من بعدی قلت یارسول اللہ فی سلامۃ من دینی
قال فی سلامۃ من دینک۔ یعنی علی بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور حضرت
رسولخدا صلعم مدینہ کے سڑکوں پر ٹہل رہے تھے حضرت میرا ہاتھ پکڑے تھے اسی طرح
ہملوگ ایک باغ کے پاس سے گزرے تو میں نے عرض کی یا حضرت یہ کیسا اچھا باغ
ہے حضرت نے فرمایا تمھارے لئے بہشت میں اس سے بھی اچھا باغ ہے اسی طرح
ہملوگ سات باغوں کے پاس سے گزرے سب کی میں تعریف کرتا گیا اور حضرت
فرماتے رہے کہ تمھارے لئے بہشت میں اس سے بھی بہتر باغ ہوگا۔ جب ہملوگ
ایک طرف نکل کر اکیلے رہگئے تو حضرت میرے گلے سے لپٹ کر رونے لگے۔ میں نے
عرض کی یا حضرت آپ کیوں رونے لگے؟ فرمایا ان لوگوں کے دلوں میں تمھاری
طرف سے بہت کینے بھرے ہوئے ہیں جنکو یہ لوگ میرے بعد ہی ظاہر کرنا شروع
کرینگے۔ یہ سنکر میں نے عرض کی یا حضرت اُس وقت (اُن لوگوں کا دین بگڑے
تو بگڑے) میرا دین و ایمان تو محفوظ اور سالم رہیگا؟ حضرت نے فرمایا ہاں تمھارا
دین و ایمان بالکل صحیح و سالم رہیگا انتہے۔ اور اسی صحیح بخاری پارہ ۱۸ باب آخر
ما تکلم النبی کی پہلی حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر (صفحہ ۱۰۹ میں) لکھتے ہیں عن ابی
ھریرۃ عن سلمان انہ قال قلت یا رسول اللہ ان اللہ لم یبعث نبیا الا
بیّن لہ من یلی بعدہ فہل بیّن لک قال نعم علی ابن ابی طالب ومن طریق
جریر بن عبد الحمید عن اشیاخ من قومہ عن سلمان قلت یارسول اللہ
من وصیک قال وصیی وموضع سری وخلیفتی علی اہلی وخیر من
اخلفہ بعدی علی ابن ابی طالب ومن طریق ابی ربیعۃ الایادی عن ابی
بریدۃ عن ابیہ رفعہ لکل نبی وصی وان علیا وصیی وولدی ومن طریق
عبد اللہ بن السائب عن ابی ذر رفعہ انا خاتم النبیین وعلی خاتم الاوصیاء
یعنی ابوہریرہ نے جناب سلمان سے روایت کی ہے کہ انھوں نے حضرت رسولخدا صلعم

کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت خدا نے جس نبی کو بھیجا اسکو بتا دیا کہ اسکے بعد
اسکا خلیفہ اور جانشین کون ہوگا کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے خلیفہ اور جانشین
کو خدا نے صاف صاف نہ بتا دیا ہو تو کیا آپ سے بھی خدا نے فرما دیا ہے کہ آپکا خلیفہ
کون ہے؟ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ ہاں خدا نے بتا دیا ہے کہ میرا خلیفہ اور جانشین
علی ابن ابی طالب ہے اور جریر بن عبد الحمید کے طریق سے ہے انھوں نے اپنی
قوم کے بزرگوں سے اور ان بزرگوں نے جناب سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے کہ میں نے حضرت رسولخدا صلعم سے عرض کی کہ یا حضرت آپکا وصی کون ہے؟
حضرت نے فرمایا کہ میرا وصی اور میرا راز دار اور میرا خلیفہ میرے اہل پر اور جن لوگوں
کو میں اپنے بعد چھوڑ جاؤں گا اُن سب سے افضل و بہتر علی ابن ابی طالب ہیں اور
ابو ربیعہ ایادی کی طریق سے ہے اس نے ابو بریدہ سے اس نے اپنے باپ سے روایت
کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ ہر نبی کا کوئی وصی ضرور ہوتا ہے اور میرے
وصی اور گویا فرزند علی ہیں اور عبد اللہ بن السائب کے طریق سے ہے انھوں نے
حضرت ابو ذر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ میں خاتم
الانبیاء اور علی خاتم الاوصیاء ہیں انتہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴ میں ہے۔ ان
وصیی وموضع سری وخیر من اترک بعدی وینجز عدتی ویقضی دینی علی
ابن ابی طالب یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ میرے وصی اور میرے راز دار اور
جن لوگوں کو میں اپنے بعد چھوڑ جاؤں گا اُن سب سے بہتر اور وہ جو میرا وعدہ وفا کردینگے
اور جو میرا قرض ادا کرینگے علی ابن ابی طالب ہیں۔ اور حضرات اہلسنت کے عموماً اور
فرقہ اہلحدیث کے خصوصاً امام اور پیشوا جناب مولوی وحید الزمان خاں صاحب
حیدرآبادی اپنی کتاب انوار اللغۃ میں لکھتے ہیں "لم یوص صلے اللہ علیہ وسلم
آنحضرت ص نے کوئی مالی وصیت نہیں کی کیونکہ آپ کے پاس کوئی مال جمع نہ تھا۔
یا کسی کو اپنا وصی نہیں بنایا جیسے حضرات امامیہ خیال کرتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ کو
آنحضرت ص نے اپنا وصی بنایا تھا۔ البتہ آپ نے یہ وصیت کی کہ میرے اہلبیت کا

خیال رکھو باہر سے جو وفد آتے ہیں اون کی خاطر داری کرتے رہو۔ گو بعض اہلسنت
کی حدیثوں میں بھی گو اون کا اسناد قوی نہیں ہے حضرت علی کی نسبت وصی کا لفظ
وارد ہے اور کچھ عجب نہیں کہ آنحضرت صؐ نے اون کو اپنا وصی مقرر کیا ہو۔ ایک
حدیث میں اہلسنت کے یہ بھی ہے کہ علی میرے بعد میرا خلیفہ ہے مگر یہ عام ہے خلافت
بلافصل اور بہ فصل کو اور حضرت علی کی خلافت کا کوئی اہلسنت انکار نہیں کرتا۔۔۔ قالوا
اوصی الی علی۔ لوگوں نے حضرت عائشہ سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صؐ نے
حضرت علی کو اپنا وصی بنایا۔ انھوں نے کہا آنحضرت صؐ کی تو وفات میرے سینہ اور
ہنسلی کے درمیان ہوئی آپ نے حضرت علی کو کہاں سے وصی بنایا (یعنی یہ سب
غلط ہے آپ نے کسی کو وصی نہیں بنایا)۔ میں کہتا ہوں یہ کیا ضرور ہے کہ آنحضرت
نے عین وفات کے وقت حضرت علی کو وصی کیا ہو؟ ممکن ہے کہ آپ نے وفات سے
پہلے حضرت علی کو وصی کیا ہو اور اوس وقت حضرت عائشہ موجود نہ ہوں" (پارہ ۲۰
صفحہ ۱۵) مولوی وحید الزمان صاحب ایسے امام اہلسنت نے حضرت عائشہ کی روایت اور
صحیح بخاری کی حدیث کی حقیقت اچھی طرح کھولدی کہ حضرت عائشہ کا دعوی یہ ہے کہ
آنحضرت کے انتقال کے وقت وہ معظمہ آنحضرت صؐ کو اپنے سینہ سے لگائے تھیں کہ حضرت
کا دم نکل گیا پھر آنحضرت صؐ نے حضرت علی کو وصی کب کیا؟۔ تو مولوی صاحب خود جناب
معظمہ کو جواب دیتے ہیں کہ انتقال سے پہلے وصی کیا ہوگا اوس وقت حضرت
عائشہ موجود نہ ہونگی پس حضرت علی کے وصی رسول ہونے میں اب کوئی نزاع باقی نہیں
رہی۔ مولوی صاحب ممدوح انوار اللغۃ کے اسی صفحہ میں یہ بھی لکھتے ہیں "اوصیاء
الانبیاء کما جاءت بہ الروایۃ پیغمبروں کے وصی حدیث میں مذکور ہیں حضرت
آدم کے وصی حضرت شیث تھے اور سام حضرت نوح کے اور یوحنا حضرت ہود کے
اور اسحاق حضرت ابراہیم کے اور یوشع حضرت موسیٰ کے اور شمعون حضرت عیسیٰ کے
اور حضرت علی حضرت محمد صؐ کے۔ قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تعدون
وصی محمد فقال علیا ثم قال یا رسول اللہ ولہ اسم غیر ھذا قال نعم ھو حیدرۃ

فلم تسألنی عن ذلک قال انا وجدنا فی کتاب الانبیاء انہ فی الانجیل ھیدا
قال ھو حیدرۃ۔ ایک بوڑھا جن جسکا نام ہامام بن لاقیس بن ابلیس تھا اوس سے
آنحضرت صؐ نے پوچھا تم محمد کا وصی کس کو پاتے ہو؟ اوس نے کہا علی کو۔ پھر اوس نے کہا
یا رسول اللہ علی کا کوئی اور نام بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں حیدرہ۔ پھر آنحضرت صؐ
نے اوس سے پوچھا تو نے یہ سوال کیوں کیا؟ اوس نے کہا ہم نے پیغمبروں کی کتابوں
میں انجیل میں اون کا نام ہیدرہ پایا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ حیدرہ ہے یعنی
شیر" انتہی۔ یہ پوری عبارت انوار اللغۃ کی ہے۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ
جس طرح حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک جس قدر پیغمبر ہوے خدا نے سب کا وصی
مقرر کیا اوسی طرح خدا نے حضرت محمد مصطفے صؐ کا وصی بھی مقرر فرمایا اسلئے کہ اس نے بار بار
قرآن میں فرما دیا ہے لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (یعنی خدا کے اصول اور دستور میں
کوئی فرق نہیں ملیگا اس کا اصول برابر یکساں رہتا ہے) اور حضرت محمد مصطفے صلعم
کے وہ وصی حضرت علی ہی تھے نہ کوئی اور۔

حدیث منزلت

پارہ ۱۸ کتاب المغازی باب غزوہ تبوک (صفحہ ۸۸) میں ہے عن
مصعب ابن سعد عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی
تبوک فاستخلف علیا قال اتخلفنی فی الصبیان والنساء قال الا ترضی ان
تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لیس نبی بعدی۔ یعنی مصعب
ابن سعد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ حضرت رسول خدا صلعم غزوہ
تبوک کیلئے (سنہ ۹ ہجری میں) تشریف لیگئے تو حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنا گئے آپ
نے فرمایا (کل مسلمان تو چلے جا رہے ہیں۔ اس وقت) کیا آپ مجھکو بچوں اور عورتوں
میں چھوڑ کر تشریف لیجاتے ہیں۔ حضرت صؐ نے فرمایا کیا اس سے خوش نہیں ہو کہ تمکو مجھ
سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر فرق صرف یہ ہے کہ میرے
بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (تو میرے بعد تم نبی نہیں ہو سکتے لیکن میرے بعد میرے وصی اور
خلیفہ تم ہی ہو) یہی حدیث پارہ ۱۴ کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابیطالب

(صفحہ ۳۰۰) میں بھی ہے۔ اسکی شرح میں علامہ ابن حجر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں۔ انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال لعلی لابد ان اقیم او تقیم فاقام علی۔ یعنی آنحضرت ؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ ضروری ہے کہ یہاں یا میں رہوں یا تم رہو۔ تو حضرت علی رہ گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت رسولخدا صلعم کی جگہ آپ کا کام کرنے والا سوا حضرت علی کے کوئی نہ تھا ورنہ آنحضرت حصر کر کے یہ نہیں فرماتے کہ ضروری ہے اور اس سے چارہ نہیں ہے کہ یا تم رہو یا میں رہوں۔ پھر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں قال معویۃ لسعد مامنعک ان تسب ابا تراب قال اما ما ذکرت ثلاثا قالھن لہ رسول اللہ صلعم فلن اسبہ فذکر ھذا الحدیث و قولہ لاعطین الرایۃ رجلا یحبہ اللہ و رسولہ و قولہ لما نزلت فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم دعا علیا و فاطمۃ والحسن والحسین فقال اللھم ھولاء اھلی۔ یعنی معویہ نے سعد صحابی سے دریافت کیا کہ علی کو برا کیوں نہیں کہتے ہو۔ کہا جب تک رسولخدا صلعم کی تین حدیثیں حضرت علی کی شان میں مجھے یاد ہیں میں انکو برا نہیں کہہ سکتا ایک حدیث منزلۃ دوسری حدیث رایت جو جنگ خیبر میں فرمائی تھی تیسری یہ کہ جب آیت مباہلہ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین کو بلا کر خدا سے کہا کہ اے خدا بس یہی میرے اہلبیت ہیں پھر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں واستدل بحدیث الباب علی استحقاق علی للخلافۃ دون غیرہ من الصحابۃ فان ھارون کان خلیفۃ موسی۔ یعنی صحیح بخاری کی اس حدیث منزلۃ سے اس بات پر استدلال قائم ہوتا ہے کہ صحابہ کو خلافت کا حق نہیں تھا اسکے مستحق صرف حضرت علی ہی تھے اس لئے کہ حضرت ہارون بھی حضرت موسی کے خلیفہ تھے۔ انتہی۔ علامہ ابن حجر کے اس قول سے معلوم ہوا کہ علماء اہلسنت بھی اسکو مانتے ہیں کہ اس حدیث سے صاف صاف حضرت علی کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے یعنی آنحضرت صلعم کے بعد ہی خلافت کا حق حضرت علی کا تھا نہ دوسروں کا۔ پس الحمد للہ کہ خود صحیح بخاری سے جناب امیر ؑ کی خلافت بلافصل اور مذہب شیعہ کی حقیت مثل آفتاب روشن ہوگئی اور یہ دلیل ایسی قوی ہے کہ علامہ

ابن حجر نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا نہ اپنی طرف سے کچھ لکھا لیکن اس سے مذہب اہلسنت ہی ہوا ہوا جاتا تھا تو بعض متعصب حضرات نے اس میں بھی اگر مگر پیدا کرنے کی کوشش کی چنانچہ انکے اس کارنامہ کو علامہ ابن حجر یوں لکھتے ہیں واجیب بان ھارون لم یکن خلیفۃ موسی الا فی حیاتہ لا بعد موتہ لانہ مات قبل موسی بالاتفاق۔ یعنی (اس حدیث سے حضرت علی کی خلافت بلافصل جو یقینی طور پر ثابت ہوگئی اس کا جواب میں تو کچھ نہیں دیسکتا البتہ) بعض لوگوں نے جواب دیا ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے خلیفہ انکی زندگی ہی میں تو تھے ان کے بعد نہیں تھے اس لئے کہ جناب ہارون حضرت موسیٰ سے پہلے انتقال کر گئے جس پر سب کا اتفاق ہے انتہی۔ علامہ ابن حجر کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ خود یہ جواب نہیں دیتے کیونکہ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ جواب نہایت لغو اور قابل مضحکہ ہے دوسرے یہ کہ اس جواب دینے والے کا نام بھی نہیں بتایا اور اجیب کہکر نقل کر دیا اور عام قاعدہ یہ ہے کہ جو قول بہت کمزور خراب اور بیہودہ ہوتا ہے اسی کے قائل کا نام نہیں لکھتے ہیں بلکہ قیل (کہا گیا ہے) یا اجیب (جواب دیا گیا ہے) سے اسکو ظاہر کرتے ہیں۔ پس اس طرح بھی اس جواب کا ناقابل التفات ہونا واضح ہے لیکن اتمام حجۃ کیلئے اس ناقابل التفات جواب کی حقیقت بھی مختصر اظاہر کر دی جاتی ہے کہ یہ حدیث منزلۃ ہزاروں کتب حدیث اہلسنت میں بھری پڑی ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب کے والد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی اپنی مشہور کتاب ازالۃ الخفاء مطبوعہ بریلی مقصد دوم ص۲۶۱ میں اسکو اس طرح لکھا ہے فقال لہ اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لیس نبی بعدی انہ لا ینبغی ان اذھب الا و انت خلیفتی۔ یعنی آنحضرت صلعم نے حضرت علی سے فرمایا کیا تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ جو مرتبہ ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھا وہی تمکو مجھ سے ہے مگر فرق صرف اسی قدر ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو انتہی۔ اور تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی

میں ہے فقال الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا النبوۃ وانت خلیفتی۔ یعنی اے علی تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی مرتبہ حاصل ہے جو ہارون کو حضرت موسیٰ سے حاصل تھا سوا اس کے کہ تمکو نبوت نہیں ملے گی۔ ہاں میرے خلیفہ تم ہی رہو گے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۲ میں ہے قال رسول اللہ حین خلفنی علی المدینۃ خلفتك لتکون خلیفتی۔ کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی سے فرمایا کہ میں نے تمکو اس لئے اس وقت خلیفہ کیا کہ میرے بعد تم ہی میرے خلیفہ ہو۔ اور امام حاکم کی مستدرک وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا فان المدینۃ لا تصلح الا بی او بك یعنی اے علی مدینہ کی حالت یا میری حکومت سے درست رہیگی یا تمھاری حکومت سے (کسی تیسرے کی حکومت سے نہیں)۔ ان عبارتوں کے کسی لفظ سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو اپنے اہل وعیال پر خلیفہ مقرر کیا تھا اور جب خود حضرت علی نے پوچھا کہ کیا آپ مجھکو لڑکوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں تو اگر آنحضرت صلعم نے اہل وعیال کا خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو ضرور یہ جواب دیتے کہ میں نے تمکو اپنے اہل وعیال کا خلیفہ مقرر کیا ہے مگر آنحضرت صلعم نے یہ نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ جو مرتبہ ہارون کو موسیٰ سے تھا وہی تمکو مجھ سے حاصل ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کی ازالۃ الخفا کا آخری فقرہ "مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو" تو اس بحث کا خاتمہ کر دیتا ہے اور اس میں کوئی شبہہ نہیں چھوڑتا کہ آنحضرت صلعم نے جو حضرت علی کو خلیفہ مقرر کیا یہ محض اوس وقت یا صرف غزوہ تبوک کے لئے نہیں تھا بلکہ دائمی تھا یعنی جب آنحضرت صلعم کہیں جائیں (اور وہاں اوس وقت حضرت علی کی ضرورت نہ ہو) تو حضرت علی ہی آپکے خلیفہ ہوں (چنانچہ ہجرت کے وقت بھی آنحضرت صلعم نے مکہ معظمہ میں آپ ہی کو اپنا خلیفہ کیا اور اپنے فرش خواب پر سونے اور اپنے قرضوں اور امانتوں کو ادا کرنے کے لئے مقرر فرمایا) اور آخری جملہ انہ لا نبی بعدی۔ ہمارے اس دعوے کی پوری تائید کرتا ہے۔ یعنی

یعنی اے علی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو تمکو نبوت بھی ضرور ملتی جیسے حضرت ہارون کو دونوں مرتبہ (نبوت اور خلافت حضرت موسیٰ) ملے تھے مگر چونکہ نبوت مجھ پر ختم ہو گئی ہے تو میرے بعد صرف میری خلافت کا درجہ تمھیں حاصل ہے۔ اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کی خلافت اہل و عیال میں نہیں بلکہ آپکی عام امت میں حاصل تھی چنانچہ پارہ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۴۲ میں خدا فرماتا ہے۔ قال موسی لاخیہ ھارون اخلفنی فی قومی و اصلح ولا تتبع سبیل المفسدین کہ حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے فرمایا میری امت میں تم میرے خلیفہ رہنا اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں سے نہ ہونا حدیث میں حضرت ہارون مشبہ بہ ہیں اور ان کو حضرت موسیٰ کی خلافت اُن کی اُمت میں حاصل تھی تو حضرت علی کو بھی جو مشبہ ہیں حضرت رسول خدا صلعم کی خلافت آپکی اُمت ہی میں حاصل ہوئی تو دونوں میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ اعتراض کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی زندگی میں مر گئے حضرت موسیٰ کے بعد کی خلافت ان کو نہیں ملی پس حضرت علی کو بھی آنحضرت صلعم کے بعد کی خلافت نہیں ملنی چاہئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود قرآن مجید سے حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کی خلافت کا استحقاق علے الاطلاق بغیر کسی زمانہ کی تخصیص کے حاصل ہوا پس اگر جناب ہارون حضرت موسیٰ کے بعد زندہ رہتے تو یقیناً وہی حضرت موسیٰ کے خلیفہ ہوتے۔ اسی طرح حضرت علی کی خلافت کے متعلق بھی آنحضرت صلعم کے بعد کہ آنحضرت صلعم نے کسی زمانہ کی تخصیص اور تحدید نہیں فرمائی بلکہ علے الاطلاق غیر موقت فرمائی تھی تو بے شبہہ آنحضرت صلعم کے انتقال پر بھی آپ ہی خلیفہ رسول تھے یہ بھی آنحضرت صلعم کا معجزہ ہے کہ اس حدیث کو ان الفاظ میں ذکر کیا جن سے مخالفین کا اعتراض خود رفع ہو جاتا ہے کیونکہ لا نبی بعدی صاف بتاتا ہے کہ آنحضرت صلعم حضرت علی کے جس مرتبہ کی خوشخبری دے رہے ہیں اسکا تعلق آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعد والے زمانہ سے ہے (ورنہ اس

جملہ کی ضرورت ہی کیا تھی)۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اے علی جس طرح حضرت موسیٰ کے خلیفہ ہارون تھے اسی طرح میرے خلیفہ تم ہو اور میرے بعد بھی تم ہی خلیفہ رہو گے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو تم خلیفہ کے علاوہ نبی بھی ہوتے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کا آخری فقرہ "مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو" بھی عام ہے خواہ مدینہ سے جانا ہو خواہ دنیا سے جانا کیونکہ حضرت نے مدینہ سے جانے کی خصوصیت ذکر ہی نہیں کی۔ تو یقیناً ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اے علی میں جب کبھی تمکو چھوڑ کر کہیں جاؤنگا تم ہی کو میرا خلیفہ ہونا ضروری ہے اس کے خلاف کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں کہیں جاؤں یا دنیا سے اُٹھ جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ رہو مختصر یہ کہ اس حدیث نے اچھی طرح فیصلہ کر دیا کہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ بلا فصل حضرت علی ہی تھے نہ کوئی اور۔

تبلیغ سورۂ براءۃ پارہ ۲ کتاب الصلوۃ باب مایستر من العورۃ (صفحہ ۲۳۴)

اور پارہ ۱۹ کتاب التفسیر باب قولہ فسیحوا فی الارض (صفحہ ۱۹۴) میں ہے۔ ان اباھریرہ قال بعثنی ابوبکر فی تلک الحجۃ فی مؤذنین بعثھم یوم النحر یؤذنون ان لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان قال حمید بن عبد الرحمان ثم اردف رسول اللہ صلعم بعلی بن ابی طالب وامرہ ان یؤذن ببراءۃ قال ابوھریرۃ فاذن معنا علی۔ یعنی ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ۹ھ ہجری کے حج میں ابوبکر نے مجھے بھیجا کہ ہم لوگ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبہ کا حج نہ کرے نہ کوئی برہنہ اس کا طواف کرے پھر آنحضرت نے حضرت علی کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ سورۂ براءۃ کا اعلان کریں حضرت علی نے آکر اعلان کر دیا تھا۔ (امام بخاری نے تین جگہ اس روایت کو لکھا مگر اس طرح جس سے حضرت علی کی خصوصی فضیلت نہ ظاہر ہو حالانکہ یہ حدیث بھی حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا قطعی فیصلہ ہے۔ علامہ ابن حجر اس کی شرح میں اسی صفحہ

میں لکھتے ہیں۔ عن علی قال بعث رسول اللہ صلعم ابا بکر ببراءۃ الی اھل مکۃ وبعثہ علی الموسم ثم بعثنی فی اثرہ فادرکتہ فاخذتہا منہ فقال ابوبکر مالی قال خیر انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض غیر انہ لا یبلغ عنی غیری او رجل منی۔ یعنی حضرت علی نے فرمایا کہ حضرت رسالتمآب صلعم نے ابوبکر کو سورۂ براءۃ کے ساتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا پھر انکے پیچھے ہی مجھے بھیجا تو میں نے ابوبکر کو پکڑ کر ان سے سورۂ براءۃ لیلی۔ یہ دیکھکر ابوبکر آنحضرت صلعم کے پاس واپس آئے اور پوچھا یا حضرت میں نے کیا جرم کیا جس سے یہ خدمت مجھ سے چھین لیگئی؟[1] آنحضرت صلعم نے فرمایا یہی بہتر تھا۔ تم میرے یار غار یار حوض ہو مگر بات یہ ہے کہ دینی احکام کو میری طرف سے سوا میرے یا ایسے شخص کے سوا جو مجھ ہی سے ہو کوئی اور شخص نہیں پہونچا سکتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں عند الطبرانی من حدیث ابی رافع نحوہ لکن قال فاتاہ جبریل فقال انہ لن یؤدیہا عنک الا انت او رجل منک یعنی طبرانی میں بھی یہی مضمون ہے لیکن اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے ابوبکر کو سورۂ برارت کے ساتھ روانہ کیا تو فوراً جبریل آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمد صلعم! (یہ آپ نے کیا کیا؟) اس سورہ کو آپکی جانب سے سوا آپکے

---

[1] بلکہ خصائص نسائی (صفحہ ۴۳) میں ہے ان رسول اللہ صلعم بعث براءۃ الی اھل مکۃ مع ابی بکر ثم اتبعہ بعلی فقال لہ خذ ھذا الکتاب فامض بہ الی اھل مکۃ قال فلحقتہ واخذت الکتاب منہ قال فانصرف ابوبکر وھو کئیب قال یا رسول اللہ انزل فی شئ قال لا الا انی امرت ان ابلغہ انا او رجل من اھل بیتی۔ یعنی حضرت رسول خدا صلعم نے مکہ والوں کی طرف ابوبکر کو سورۂ براءۃ کے ساتھ بھیجا۔ پھر انکے پیچھے ہی حضرت علی کو روانہ کیا اور آپ سے کہا کہ ابوبکر سے اس کتاب کو لیکر تم خود اہل مکہ کی طرف لیجاؤ۔ تو حضرت علی نے ابوبکر صاحب کو پکڑ کر ان سے کتاب لیلی۔ تب حضرت ابوبکر محزون ومغموم اور شکستہ دل واپس آئے

جملہ کی ضرورت ہی کیا تھی)۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اے علی جس طرح حضرت موسیٰ کے خلیفہ ہارون تھے اسی طرح میرے خلیفہ تم ہو اور میرے بعد بھی تم ہی خلیفہ رہو گے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو تم خلیفہ کے علاوہ نبی بھی ہوتے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کا آخری فقرہ "مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو" بھی عام ہے خواہ مدینہ سے جانا ہو خواہ دنیا سے جانا کیونکہ حضرت نے مدینہ سے جانے کی خصوصیت ذکر ہی نہیں کی۔ تو یقیناً ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اے علی میں جب کبھی تمکو چھوڑ کر کہیں جاؤنگا تم ہی کو میرا خلیفہ ہونا ضروری ہے اس کے خلاف کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں کہیں جاؤں یا دنیا سے اُٹھ جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ رہو۔ مختصر یہ کہ اس حدیث نے اچھی طرح فیصلہ کر دیا کہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ بلافصل حضرت علی ہی تھے نہ کوئی اور۔

تبلیغ سورۂ برأۃ پارہ ۲ کتاب الصلوۃ باب ما یستر من العورۃ (صفحہ ۲۳۴) اور پارہ ۱۹ کتاب التفسیر باب قولہ فسیحوا فی الارض (صفحہ ۱۹۴) میں ہے۔ ان ابا ھریرۃ قال بعثنی ابو بکر فی تلک الحجۃ فی مؤذنین بعثھم یوم النحر یؤذنون ان لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان قال حمید بن عبد الرحمان ثم اردف رسول اللہ صلعم بعلی بن ابی طالب وامرہ ان یؤذن ببراءۃ قال ابو ھریرۃ فاذن معنا علی۔ یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ (۹ھ ہجری مکے) حج میں ابو بکر نے مجھے بھیجا کہ ہم لوگ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبہ کا حج نہ کرے نہ کوئی برہنہ اس کا طواف کرے پھر آنحضرت نے حضرت علی کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ سورۂ براءۃ کا اعلان کریں حضرت علی نے آکر اعلان کر دیا تھا۔ امام بخاری نے تین جگہ اس روایت کو لکھا مگر اس طرح جس سے حضرت علی کی مخصوص فضیلت نہ ظاہر ہو حالانکہ یہ حدیث بھی حضرت علی کی خلافت بلافصل کا قطعی فیصلہ ہے۔ علامہ ابن حجر اس کی شرح میں اسی صفحہ

میں لکھتے ہیں۔ عن علی قال بعث رسول اللہ صلعم ابا بکر ببراءۃ الی اھل مکۃ وبعثہ علی الموسم ثم بعثنی فی اثرہ فادرکتہ فاخذتھا منہ فقال ابو بکر مالی قال خیر انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض غیر انہ لا یبلغ عنی غیری او رجل منی۔ یعنی حضرت علی نے فرمایا کہ حضرت رسالتمآب صلعم نے ابو بکر کو سورۂ براءۃ کے ساتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا پھر انکے پیچھے ہی مجھے بھیجا تو میں نے ابو بکر کو پکڑا کر ان سے سورۂ براءۃ لیلی۔ یہ دیکھکر ابو بکر آنحضرت صلعم کے پاس واپس آئے اور پوچھا یا حضرت میں نے کیا جرم کیا جس سے یہ خدمت مجھ سے چھین لیگئی؟[1] آنحضرت صلعم نے فرمایا یہی بہتر تھا۔ تم میرے یار غار یا حوض ہو مگر بات یہ ہے کہ دینی احکام کو میری طرف سے سوا میرے یا ایسے شخص کے سوا جو مجھ ہی سے ہو کوئی اور شخص نہیں پہونچا سکتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں عند الطبرانی من حدیث ابی رافع نحوہ لکن قال فاتاہ جبرئیل فقال انہ لن یؤدیھا عنک الا انت او رجل منک یعنی طبرانی میں بھی یہی مضمون ہے لیکن اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے ابو بکر کو سورۂ برارت کے ساتھ روانہ کیا تو فوراً جبرئیل آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمد صلعم! (یہ آپ نے کیا کیا؟) اس سورہ کو آپ کی جانب سے سوا آپکے

---

[1] بلکہ خصائص نسائی (صفحہ ۱۲۰) میں ہے ان رسول اللہ صلعم بعث براءۃ الی اھل مکۃ مع ابی بکر ثم اتبعہ بعلی فقال لہ خذ ھذا الکتاب فامض بہ الی اھل مکۃ قال فلحقتہ واخذت الکتاب منہ قال فانصرف ابو بکر وھو کئیب قال یا رسول اللہ انزل فی شیئ قال لا الا انی امرت ان ابلغہ انا او رجل من اھلبیتی۔ یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے مکہ والوں کی طرف ابو بکر کو سورۂ براءۃ کے ساتھ بھیجا۔ پھر انکے پیچھے ہی حضرت علی کو روانہ کیا اور آپ سے کہا کہ ابو بکر سے اس کتاب کو لیکر تم خود اہل مکہ کی طرف لیجاؤ۔ تو حضرت علی نے ابو بکر صاحب کو پکڑ کر ان سے کتاب لیلی۔ تب حضرت ابو بکر محزون ومغموم اور شکستہ دل واپس آئے

یا اس شخص کے جو آپ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہونچا سکتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں
من حدیث انس قال بعث النبی ص براءۃ مع ابی بکر ثم دعا علیا فاعطاها
ایاہ وقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ هذا الا رجل من اهلی۔ یعنی انس سے روایت
ہے کہ آنحضرت ص نے سورۂ برارۃ کو حضرت ابو بکر کے ساتھ بھیجا۔ پھر فوراً ہی
حضرت علی کو بلایا اور وہ سورہ ابو بکر سے لیکر حضرت علی کو دیدیا اور فرمایا کسی
کو مناسب نہیں ہے کہ اسکو پہونچائے سوا اس شخص کے جو میرے
اہل سے ہو۔ انتہیٰ۔

فوائد جلیلہ اس عبارت سے اسقدر فوائد حاصل ہوتے ہیں جن سب کے ذکر کرنے
میں بہت طول ہوگا۔ مختصر طور پر صرف چند فائدوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں (۱)
یہ کہ حضرت ابو بکر سے سورہ برارۃ کو واپس لیکر حضرت علی کو اس کام کے لئے روانہ
کرنا ایسا متفق علیہ واقعہ ہے جسکو بڑے بڑے اور نہایت مستند و مسلم الثبوت علمار
و محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے (۲) یہ کہ سورۂ برارۃ کا حضرت ابو بکر
سے لے لیا جانا ایسا اہم تھا کہ حضرت ابو بکر نہایت متعجب ہوئے اور واپس آکر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور آنحضرت سے عرض کی کہ کیا میرے بارے میں کوئی آیت
اتری (جس سے میں اس شرف سے معزول کر دیا گیا؟) آنحضرت ص نے فرمایا نہیں مگر مجھے یہ حکم ور
پہونچا ہے کہ اسکو یا میں پہونچاؤں یا میرے اہلبیت ہی کا کوئی شخص پہونچائے انتہیٰ۔ اور کنز العمال
جلد اول ۲۴۶ کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البرارۃ میں ہے عن ابی بکر ان النبی ص بعثہ ببراءۃ
الی اهل مکۃ فسار بها ثلاثا ثم قال لعلی الحقہ فرد علی ابی بکر و بلغها انت ففعل فلما قدم
ابو بکر بکی۔ فقال یا رسول اللہ ص حدث فی شئ قال ما حدث فیک الا خیر ولکن
امرت ان لا یبلغہ الا انا او رجل منی۔ یعنی خود حضرت ابو بکر بیان کرتے ہیں کہ
انکو حضرت رسولخدا صلعم نے سورہ برارۃ لیکر اہل مکہ کی طرف بھیجا۔ وہ اسکو لیکر تین
دن گئے تھے کہ پھر آنحضرت ص نے حضرت علی سے فرمایا کہ جلد جاکر ابو بکر سے ملو اور
انھیں میرے پاس بھیجدو اور تم خود اس سورہ کو پہونچاؤ۔ حضرت علی نے ایسا ہی کیا

حضرت رسولخدا صلعم سے دریافت کیا کہ ہائی یعنی مجھ سے کون سا قصور سرزد ہوا یا
مجھ میں کیا عیب نکلا یا مجھ میں کون سی عدم قابلیت پائی گئی جس کی وجہ سے اس
شرف سے محروم کر دیا گیا۔ (۳) یہ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا گو تم میرے یار غار
اور یار حوض ہو مگر میری طرف سے احکام خدا کی تبلیغ تم نہیں کر سکتے نہ تم میں اسکی
قابلیت ہے بلکہ احکام خدا کی تبلیغ یا میں کر سکتا ہوں یا وہ شخص جو مجھ ہی سے
ہو اور معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر سے اس سورہ کو لیکر آنحضرت صلعم نے حضرت
علی کو دیا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر آنحضرت صلعم سے نہیں ہیں اور حضرت
علی آنحضرت صلعم سے ہیں۔ غرض احکام خدا کی تبلیغ آنحضرت کے علاوہ کوئی
کر سکتا تھا تو وہ حضرت علی ہی تھے نہ کوئی اور۔ بلکہ حضرت ابو بکر سے اس خدمت
کو واپس لیکر حضرت نے نصاً ظاہر فرما دیا کہ حضرت ابو بکر میں احکام خدا کی
تبلیغ کا مادہ ہی نہیں ہے پھر کس قدر حیرت خیز ہے کہ جب آنحضرت صلعم
ایک معمولی حکم خدا کے بارے میں حضرت ابو بکر سے صاف صاف فرما دیں کہ تم
اس قابل نہیں ہو اور اسی وقت یہ بھی فرما دیں کہ ایسے کاموں کی قابلیت یا
مجھ میں ہے یا علی میں یا اس شخص میں جو علی ہی کی طرح مجھ سے ہو پھر اسلام
کی حفاظت شرایع خدا کی اشاعت مسلمانوں کی حفاظت مومنین کی سیادت
وغیرہ دینی خدمات میں آنحضرت کے قائم مقام حضرت ابو بکر وغیرہ کیونکر
تسلیم کر لئے گئے؟۔ کیا آنحضرت صلعم کی خلافت اور مومنین کی امارت کا مسئلہ
سورہ برارۃ کی تبلیغ سے بھی کمتر تھا کہ حضرت ابو بکر اس کے لئے مان لئے گئے
اور حضرت علی اس خدمت سے روک دیئے گئے؟ کیا انصاف ہے کہ آنحضرت
صلعم تو حضرت ابو بکر سے سورۂ برارۃ تک لیکر حضرت علی کو دیدیں کہ جاکر تبلیغ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور حضرت ابو بکر آنحضرت کی خدمت میں آکر رونے لگے پھر پوچھا یا حضرت
کیا میرے متعلق کوئی امر حادث ہوا فرمایا اور تو کچھ نہیں البتہ مجھے خدا کا یہ حکم پہونچا کہ اس حکم کی تبلیغ یا میں
کروں یا وہ شخص جو مجھ ہی سے ہو (اور تم چونکہ مجھ سے نہیں ہو تو میں نے تم سے واپس لیکر علی کو دیدیا) ۱۲

سنہ اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی قرۃ العینین صفحہ ۲۳۳ میں ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر دونوں مقرر ہوئے
پھر دونوں معزول ہوئے اور حضرت علی ع کے سپرد یہ کام ہوا ۱۲

کرو اور حضرت ابوبکر کے سوال پر بھی ذرہ برابر مروت کی پروا نہ کریں اور صاف فرما دیں کہ تم میں اسکی قابلیت نہیں ہے بلکہ اسکو یا میں انجام دیسکتا ہوں یا وہ شخص جو مجھ ہی سے ہو مگر آنحضرت صلعم کی امت چند ہی دنوں کے بعد اسکے بالکل برعکس کرے کہ حضرت رسولخدا صلعم ابتدار اعلان رسالت سے حجۃ الوداع تک حضرت امیر المومنین ؑ کو اپنا خلیفہ اور مسلمانوں کا مولا و آقا بتاتے رہیں لیکن آنحضرت صلعم کی آنکھ بند ہوتے ہی آپ کی صحابہ حضرت علی سے اس خلافت کو لیکر حضرت ابوبکر کے حوالہ کر دیں گویا کہدیا کہ رسولخدا صلعم نے جس شخص کو ابتدا سے انتہا تک مسلمانوں کا سردار بنایا وہ اسکی قابلیت نہیں رکھتا ہے (۴) یہ کہ طبرانی وغیرہ کی روایت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے خود ہی حضرت ابوبکر سے سورہ برارت کو واپس نہیں لیا اور نہ خود ہی حضرت علی کو دیا اور نہ خود ہی حضرت علی کو رجل منی (وہ شخص جو مجھ سے ہو) فرمایا بلکہ یہ سب اہتمام خاص ذات پروردگار عالم نے کیا کہ حضرت جبریل کو آنحضرت کی خدمت میں بھیجا آپ آئے اور آنحضرت صلعم سے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ دینی کام کو یا آپ انجام دیسکتے ہیں یا وہ شخص جو آپ سے ہو اور چونکہ اسکے بعد حضرت صلعم نے وہ سورہ حضرت علی کو دیدیا لہذا معلوم ہوا کہ حضرت علی کو خدا ہی نے رسول کا جزو قرار دیا۔ اس مضمون نے مسئلہ خلافت کو اور بھی واضح کر دیا کہ جس طرح خدا نے شروع سے یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ دینی احکام کی تبلیغ اور مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے وہی انبیار کو بھیجتا ہے اسی طرح وہ خلفار اور آئمہ کو بھی مقرر کرتا ہے چنانچہ حضرت آدم ؑ کے بارے میں فرماتا ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ (خود میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں) اور حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ انی جاعلک للناس اماما (اے ابراہیم میں تمکو لوگوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں) اسی خدا نے خود ہی آنحضرت صلعم کا خلیفہ اور وصی و جانشین بھی حضرت علی کو مقرر کر دیا تھا جسکا اعلان آنحضرت صلعم آیۂ انذر عشیرتک الاقربین کے نازل ہونے اور اسلام کی ابتدائی دعوت کے وقت ہی سے فرمارہے تھے یہ امر بھی سمجھ لینا چاہئے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں جناب رسالتمآب صلعم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ وما ینطق عن الہوی ان ھو الا وحی یوحی۔

یعنی یہ میرے پیغمبر محمد مصطفٰے صلعم اپنی خواہش سے کچھ بھی نہیں بولتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جو میری جانب سے ان پر نازل کی جاتی ہے۔ اس اصول کے مطابق ماننا پڑیگا کہ پہلی دفعہ جناب رسالتمآب صلعم نے جو سورہ برارۃ حضرت ابوبکر کو دیا وہ بھی خدا ہی کے حکم سے تھا ورنہ آیہ مذکورہ کے خلاف ہو جائیگا جس کا کوئی مسلمان دعوی نہیں کرسکتا۔ پھر خدا ہی نے حضرت جبریل کو دوبارہ بھیجکر آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ اس سورہ کو حضرت ابوبکر سے لیلو اور حضرت علی کو دیدو اور لوگوں کو بتا دو کہ یہ دینی کام ہے اسکو یا تم کرسکتے ہو یا علی جو تم سے ہیں۔ پس خدا نے جو حکیم اور علیم اور عالم الغیب ہے اور اسکا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتا کیا سمجھکر پہلے آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ اس سورہ کو ابوبکر کو دیکر کہو کہ جائیں اور پھر ان بیچارے کے خوش خوش قدم اٹھاتے ہی حضرت جبریل کو بھیجکر اس سورہ کو چھینوا لیا اور مطلع کر دیا کہ اسکو تم نہیں پہونچا سکتے۔ کیا اسکے سوا بھی اس فعل الہی کا کوئی مطلب ہوسکتا ہے کہ اس سے مسلمانوں کو ان کی آیندہ غلطی سے بچانا مقصود تھا اور یہ سبق دینا تھا کہ مسلمانو یاد رکھنا بھول نہ جانا یہی ابوبکر جن کو میں سورہ برارۃ کی تبلیغ تک کے قابل نہیں جانتا اور جو اس کام میں بھی رسول صلعم کی نیابت نہیں کرسکتے آیندہ تم لوگوں کے پیشوا بنیں گے تو تم نہ ماننا اور حقیقی خلیفہ رسول یعنی علی ہی کے شیعہ رہنا۔ ہرگز غلطی نہ کرنا۔

شیعوں کو بھی حضرت صلعم نے بتا دیا کہ تم جو حضرت علی ہی کو میرا خلیفہ بلافصل مانتے ہو تو یہی حق اور تمھارا ہی مذہب صراط مستقیم ہے کیونکہ خدا نے جب سورہ برارۃ کی تبلیغ تک کی خدمت حضرت ابوبکر سے لیکر حضرت علی کو دیدی تو میری خلافت کیلئے بھی خدا علی ہی کو پسند کرتا ہے اسی وجہ سے باربار آنحضرت صلعم نے اسکی پیشین گوئی فرما دی کہ جو لوگ میرے بعد علی کو میرا خلیفہ بلافصل مانتے ہیں یعنی علی کے شیعہ یقینا بروز قیامت فائز ہونے اور نجات پانیوالے ہیں جیسا کہ تفسیر در منثور علامہ سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۳۷۹ میں ہے فاقبل علی فقال النبی ؐ والذی نفسی بیدہ ان ھذا و شیعتہ لھم الفائزون یوم القیامۃ۔ یعنی آنحضرت صلعم کی خدمت میں حضرت

علی آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا "یہ اور انکے شیعہ ہی قیامت میں نجات
پانے والے ہیں" پھر اسی صفحہ میں دوسری روایت ہے " نزلت ان الذین امنوا و
عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ قال رسول اللہ صلعم لعلی ھو انت و
شیعتک یوم القیامۃ راضیین مرضیین کہ جب آیت ان الذین امنوا
نازل ہوئی تو حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علی سے فرمایا وہ بہترین خلائق تم اور
تمھارے شیعہ ہوکر بروز قیامت تم لوگ خوش رہوگے اور خدا تملوگوں کی خوشنودی
چاہیگا۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۶ میں ہے۔ واخرج الدیلمی یا علی ان اللہ قد
غفر لک ولذریتک ولولدک ولاھلک ولشیعتک
کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی سے فرمایا کہ خدا نے
تمکو تمھاری ذریت تمھاری نسل تمھاری اہل و عیال اور
تمھاری شیعوں کو بخشدیا۔ پھر اسی صفحہ میں ہے
یا ابا الحسن اما انت وشیعتک
فی الجنۃ آنحضرت صلعم
نے فرمایا اے علی تم اور تمھارے شیعہ کب سب بہشت میں جاوگے
وآخر دعوینا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر
خلقہ محمد وآلہ الطاہرین